(امام احمد رضا محدث بریلوی کے سائنسی نظریات کی روشنی میں)

مقالاتِ مجیدی (حصّہ دوم)

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری



ترتیب وتدوین

پروفیسر محمد آصف خان علیمی قادری

(امام احمد رضا محدث بریلوی کے سائنسی نظریات کی روشنی میں)

مقالاتِ مجیدی (حصّہ دوم)

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری



ترتیب وتدوین

پروفیسر محمد آصف خان علیمی قادری

سلسلہ اشاعت نمبر 76

بیاد سفیرِ اسلام، مبلّغِ اسلام حضرت علامہ

شاہ محمد عبد العلیم الصدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ

طباعتی تفصیلات

نام کتاب	:	مقالاتِ قادری (حصہ اوّل)
مصنف	:	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
ترتیب وتدوین	:	پروفیسر محمد آصف خان علیمی قادری
طبع اوّل	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ بمطابق فروری ۲۰۱۳ء
کمپوزنگ	:	العلیم کمپوزنگ سینٹر (0333-2153112)
تعداد	:	ایک ہزار
باہتمام	:	پروفیسر محمد آصف خان علیمی قادری (بانی: العلیم فاؤنڈیشن ٹرسٹ، مکتبہ علیمیہ کراچی)

قیمت :-/60 روپے

مکتبۂ علیمیہ کراچی

دکان نمبر ۹، رضیہ اسکوائر، گوالی لین نمبر ۲، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

موبائل: 0333-2153112

E.MAIL: maktaba_aleemiyah@yahoo.com
maktaba_aleemiyah@hotmail.com

عرضِ ناشر

الحمدللہ علی احسانہ چھ سال قبل فقیر (محمد آصف خان علیمی) نے **سفیر پاکستان، مبلّغ اسلام، حضرت علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی** رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے **"العلیم فاؤنڈیشن ٹرسٹ"** واقع محمدی کالونی سی ون ایریا لیاقت آباد قائم کیا تھا، جس کے اغراض ومقاصد یہ تھے۔

(۱) تمام مسلمانوں کو ہدایت ورہنمائی کے سرچشموں (**کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ ﷺ**) سے منسلک کرنا۔

(۲) دینی ودنیوی علوم کے حامل ایسے منفرد اداروں کا قیام جہاں اخلاقی اقدار وتربیت کو اوّلین ترجیح حاصل ہو۔

(۳) بچّوں کی اخلاقی تربیت کی حامل کتب پر مشتمل لائبریریوں کا قیام۔

(۴) بچوں کے اخلاقی، اصلاحی واسلامی لٹریچر کی اشاعت۔

☆ العلیم فاؤنڈیشن کے تحت، محمدی کالونی سی ون ایریا لیاقت آباد میں مندرجہ ذیل شعبہ جات کامیابی سے اصلاح امت کا فریضہ ادا کررہے ہیں۔

(۱) شعبہ تعلیم (**تعلیم القرآن، شعبہ حفظ، مدرسہ علیمیہ للبنین، مدرسہ علیمیہ للبنات**)

(۲) شعبہ کتب خانہ (**پبلک لائبریری بنام علیمیہ لائبریری**) **ومعلومات**

(۳) شعبہ تصنیف وتالیف (**مکتبۂ علیمیہ، کراچی۔ دارالمبرور پبلی کیشنز**)

(۴) شعبہ رہنمائی طلبہ ونوجوانان (**انگلش اور عربی لینگویج کلاسز، کمپیوٹر کورسز اور کوچنگ کلاسز**)

(۵) شعبہ تبلیغ دین (**ہفتہ وار درس قرآن وحدیث کا انعقاد**)

(۵) گوشہ ذکر الٰہی ودرود وسلام (**ختم کلمہ طیبہ، آیت کریمہ، سورۂ یٰس، سورۂ مزمّل، درود وسلام**)

العلیم فاؤنڈیشن ٹرسٹ کے شعبہ تصنیف وتالیف (مکتبہ علیمیہ، کراچی) نے اشاعت کے میدان میں چھ سال مکمل کرلیے ہیں۔ اس شعبہ کے قیام کا مقصد مبلّغ اسلام، شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے منسوب محبوبین کی خدمات کو تحریری شکل میں عوام الناس تک پہنچانا ہے۔

اس شعبے کے تحت اب تک مختلف موضوعات پر 74 عدد کتب شائع ہو کر ملک و بیرونِ ملک تقسیم کی جا چکیں ہیں۔ محدود تعداد میں مکمل (74) کتب کا سیٹ مبلغ ایک ہزار تین سو(1300) روپے میں ادارے سے طلب فرمائیں۔ سالانہ رکنیت فیس مبلغ تین سو(300) روپیہ ہے۔

مکتبۂ علیمیہ کی جانب سے آپ کی خدمت میں پیش کیا جانے والا یہ ۷۵واں رسالہ ہے۔ یہ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی سائنسی بصیرت کے حوالے سے وہ پُر مغز و شاندار علمی و فکری مقالہ جات ہیں جو ماہنامہ **''معارف رضا''** میں گذشتہ دہائی میں چھپے۔ موصوف عالمی شہرت یافتہ ادارے **''جامعہ کراچی''** کے قابل فخر اور نامور استاد ہیں۔ ساتھ ہی تحریر و تقریر کے ذریعے ملک و بیرونِ ملک تبلیغ دین میں بھی مصروف ہیں۔

قارئین محترم! آپ کی دعاؤں کے طفیل ادارہ دن بدن ارتقا کے منازل طے کر رہا ہے۔ ادارے کی مطبوعات کی عوام الناس کی جانب سے پذیرائی اور حوصلہ افزائی کی بنا پر ادارہ ان تمام احباب کا ممنون ہے۔

مکتبۂ علیمیہ کے اس کارِ خیر کو جاری و ساری رکھنے کے لیے آپ احباب و قارئین کی خصوصی توجہ و تعاون کی ضرورت ہے۔ یہ تعاون چاہے مکتبۂ علیمیہ کی سالانہ رکنیت خود اور دیگر احباب کو حاصل کروا کر ہو یا اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے کسی کتاب کی طباعت کے اخراجات میں حصہ ملا کر ہو۔

اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو ایمانِ کامل کے ساتھ عمل ِصالح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ساتھ ہی ساتھ حبِ رسول ﷺ، حب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حب اہل بیت کرام، اور حبِ اولیاء اللہ سے سرشار کرے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، انہیں ہمارے لیے بخشش کا ذریعہ بنائے اور دین اسلام کی مزید خدمت کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الامین ﷺ

محمد آصف خان علیمی قادری

بانی و ناظم مکتبۂ علیمیہ، کراچی

حرفِ آغاز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ابن شیخ حمید اللہ قادری حشمتی (م 1989ء) شہر کراچی میں 3 اپریل 1955ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا حضرت مولانا محمد عبدالوکیل قادری رضوی کانپوری علیہ الرحمہ (م 1961ء)، امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی سے براہ راست بیعت تھے۔ پروفیسر صاحب کا بچپن 1955ء تا 1961ء اپنے نانا حضور کی سرپرستی میں گزرا جس کے اثرات ان کی شخصیت میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے جوانی کے ابتدائی سال اپنے والد کے ہمراہ حجاز ہی میں گزارے۔ 1964ء تا 1968ء کے دوران کئی مرتبہ حرمین شریف کی زیارت نصیب ہوئی۔ جب کہ پہلا حج 1964ء اور دوسرا حج 1967ء میں اپنے والدین کے ساتھ کیا۔ حج سے واپسی کے بعد آپ نے اسکول اور کالج کی تعلیم حاصل کی اور جامعہ کراچی سے 1975ء میں B.Sc اور 1976ء میں M.Sc کی اسناد پہلی پوزیشن کے ساتھ حاصل کیں۔ جلد ہی 1978ء میں آپ نے جامعہ کراچی میں لیکچرار کی حیثیت سے شعبۂ ارضیات میں تعلیمی خدمات کا آغاز کیا جو ہنوز جاری ہے اور آپ ان دنوں جامعہ کراچی کے شعبہ پٹرولیم ٹیکنالوجی کے پروفیسر اور چیئرمین کی حیثیت سے 2004ء سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اس وقت آپ کا شمار جامعہ کراچی کے چند سینئر ترین اساتذہ میں ہوتا ہے، آپ بیک وقت جامعہ کراچی کی کئی فیکلٹیز کے ممبر ہیں۔ آپ نے خصوصیت کے ساتھ جامعہ کراچی کی فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز میں اسپیشل ممبر کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے ہوئے شعبہ علوم اسلامی، شعبہ قرآن وسنہ اور شعبہ شیخ زید اسلامک سینٹر کے نصاب میں نہ صرف امام احمد رضا بلکہ علماء اہل سنت کی عمومی کتب کو داخل نصاب کرواتے ہوئے اہم کردار ادا کیا۔

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب اگر چہ علوم ارضیات اور پٹرولیم ٹیکنالوجی کے ماہر استاد ہیں اور پچھلے 34 سال میں ہزاروں طلبہ آپ سے پڑھ کر اپنی اپنی فیلڈ میں اعلیٰ مقام حاصل کر چکے ہیں، مگر اس سے کہیں زیادہ بڑی تعداد آپ کے ان معتقدین کی ہے جنہوں نے پچھلے تیس سال مین آپ سے جمعہ کے خطبات میں اور مختلف دینی و مذہبی پروگرامز میں آپ کے مذہبی لیکچر سنے ہیں اور مسلسل سن رہے ہیں جبکہ لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں لوگ آپ کی علمی صلاحیتوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ آپ پاکستان کے مختلف چینلز پر ایک مذہبی اسکالر کی حیثیت سے اپنے مخصوص اندازِ تکلم کی وجہ سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

قارئین کرام! پروفیسر صاحب دورِ حاضر میں ان چند لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں جو ایک طرف سائنسی علوم میں مہارت رکھتے ہیں تو دوسری طرف اسلامی علوم میں بھی اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے 1982ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا میں شمولیت اختیار کر کے امام احمد رضا کی تعلیمات کو عام کرنے میں اپنے بزرگوں کا دامن تھاما اور اس میں مکمل کامیاب ہوئے، آپ نے 1986ء میں پرائیویٹ امتحان کے ذریعے ایم اے اسلامیات کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد مشہورِ زمانہ امام احمد رضا کے ترجمے کنزالایمان پر 1993ء میں پی ایچ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی اور آپ پاکستان میں امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی کرنے والے پہلے اسکالر بن گے۔

پروفیسر صاحب نے ادارے میں شمولیت کے بعد حضرت علامہ شمس بریلوی (م 1997ء) اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی (م 2008ء) علیہم الرحمہ کی صحبت میں رہتے ہوئے بہت کچھ سیکھا اور شاگرد ہونے کا حق یوں ادا کیا کہ ان دونوں حضرات کے وصال کے بعد ادارہ میں آپ نے سب سے زیادہ قلمی کام کو آگے بڑھایا چنانچہ اپنے پچیس سال کے قلمی سفر میں آپ نے امام احمد رضا پر اب تک سو سے زائد مقالات اور مضامین لکھے ہیں جو سالنامہ ''معارف رضا'' یا ماہنامہ ''معارف رضا'' یا ''مجلّہ امام احمد رضا'' میں شائع ہو چکے ہیں۔

پروفیسر صاحب چونکہ سائنس کے استاد ہیں اس لیے اب تک دنیا بھر کے محققین کے مقابلے

میں سب سے زیادہ مقالات امام احمد رضا کی سائنسی بصیرت کے حوالے سے قلمبند کیے ہیں جس میں آپ کا ایک مقالہ قرآن، سائنس اور امام احمد رضا کو بے حد پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور یہ مقالہ کتابی صورت میں نہ صرف پاکستان بلکہ انڈیا، بنگلہ دیش، ساؤتھ افریقہ سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

راقم الحروف (محمد آصف خان علیمی) نے آپ کی اس کاوش کو مزید آگے پہنچانے کے لیے آپ کے چند مقالات کا انتخاب کر کے کتابی شکل میں مقالات مجیدی (حصّہ اوّل) کے نام سے شایع کی تھی۔ اب اس سلسلے میں مقالات مجیدی کا حصّہ دوم شایع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ راقم الحروف، ڈاکٹر صاحب کی حوصلہ افزائی، پذیرائی اور علمی معاونت پر ممنون ہے۔ امید ہے کہ یہ تعاون مستقبل میں بھی جاری رہے گا۔

اس رسالے کی اشاعت میں بھی بزم خانقاہ قادریہ رضویہ مجیدیہ، کراچی کا تعاون بھی شامل حال رہا ہے۔ جس پر راقم ان کا شکر گذار ہے اور توقع رکھتا ہے کہ یہ تعاون مستقبل میں بھی جاری رہے گا تاکہ پروفیسر صاحب کی علمی کاوشوں کو زیادہ سے زیادہ عوام الناس تک پہنچانے میں ہم کامیاب ہوسکیں۔

اخیر میں یہ بات واضح کرتا چلوں کہ اس کتاب کی حسن وخوبی میرے ربِ کریم کی عطا اور میرے اساتذۂ کرام کی محنت سے ہے اور جو خامی نظر آئے تو وہ اس بندہ ناچیز کی جانب سے ہے۔ اہلِ علم عفوو در گذر کرتے ہوئے مطلع فرمائیں۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے اس نیک عمل (ترتیب وتدوین، مقالات قادری) کے سبب میری، میرے والدین، میرے اساتذہ کرام، اہل وعیال، بہن بھائی، اعزّ اواقربا، دوست، احباب اور تمام مسلمانوں کی بخشش ومغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خاک پائے علماء اہل سنت، **محمد آصف خان علیمی قادری**، کراچی، پاکستان

امام احمد رضا اور سائنسی مصطلحات

☆ارشادِ ربانی ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورہ النحل، آیت ۴۳)

ترجمہ: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پوچھنے والے پر کوئی پابندی نہیں لگائی کہ میرے علم والوں سے کیا سوال کرنا اور کیا نہ پوچھنا بلکہ کھلی اجازت دے دی کہ میری جانب سے علم دیے جانے والوں سے کسی بھی زمانے میں کسی بھی علم وفن یا کسی بھی علم کی شاخ در شاخ سے متعلق جو بھی سوال کرنا چاہو سوال کرو، ہمارے اہل علم تم کو تشفی بخش جواب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ الحجر، آیت ۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے ہر زمانے میں ایسے ذہن پیدا فرمائے جنھوں نے اپنی ذہانت میں اس کو الحمد سے والناس تک یاد رکھا یہ انسان کی اپنی کوئی طاقت نہیں کیونکہ اس نے ذمہ لے لیا اس لیے اس مخلوق انسانی سے چند کو ہر زمانے میں انتخاب فرما کر اس کے ذہن میں محفوظ فرما دیتا ہے اور یہ حفظ قرآن کا سلسلہ قیامت تک ایسے ہی جاری رہے گا اور اس کے اس چیلنج کو حفاظ قرآن پورا کرتے رہیں گے اگر چہ وہ انسان اور حفاظ کا محتاج نہیں مگر انسانوں کے درمیان اس کو انسانوں کے ذریعے ہی محفوظ رکھا ہے۔ اس کے حفاظ در حقیقت حروف کے جاننے والے ہیں وہ حروف سے حروف کو ملا کر پورا قرآن سنا دیتے ہیں لیکن حفاظ کی اکثریت حروف کی معنویت اور حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتی۔

خداوند کریم نے اس کا بھی انتظام فرما دیا کہ جب کبھی دنیا میں کوئی انسان کوئی سا بھی سوال کرے اور اس سوال کا تعلق زمانے کے کسی بھی علم وفن سے ہو حروف کی حقانیت جاننے والا اس کا

جواب دے دے گا۔ حروف کی حقانیت، معنویت، مقصدیت جاننے والے کو قرآن نے ''اہل الذکر'' بتایا ہے۔ اہل الذکر کی بہت ساری اقسام ہیں۔:

ا۔ پہلی قسم۔ جو مخصوص علم جانتے ہیں اس کے علاوہ دیگر علوم نہیں جانتے۔

۲۔ دوسری قسم۔ مخصوص علم جاننے والے بھی دو اقسام کے ہیں۔

(الف) وہ جو صرف ظاہر مخصوص علم یا اس کی شاخ کو جانتے ہیں مگر اس علم کی حقیقت سے واقفیت نہیں رکھتے۔

(ب) ظاہراً بھی جانتے ہیں اور حقیقت سے بھی آشنائی رکھتے ہیں مگر حقیقت کی اصل سے واقفیت نہیں رکھتے۔

۳۔ تیسری قسم۔ چند مخصوص علم میں مہارت یا دستری رکھتے ہیں باقی میں کم۔

۴۔ چوتھے۔ صرف دنیاوی یا دینی علوم پر دسترس رکھتے ہیں۔

۵۔ پانچویں۔ دنیاوی اور دینی اکثر علوم میں دسترس رکھتے ہیں۔

۶۔ چھٹے۔ تمام دنیاوی اور دینی علم کا ادراک رکھتے ہیں۔

ان اقسام کی مزید تقسیم ممکن ہے مگر احقر نے صرف سمجھانے کی خاطر یہ خاکہ بتایا ہے اس میں ہر شخص ''فسئلو ا اھل الذکر'' میں اپنی صلاحیت کے مطابق شمار کیا جا سکتا ہے کہ تم اس علم کے اہل علم سے معلوم کر لو وہ تم کو جواب دے دیں گے مگر ایسے اشخاص کم کم ملیں گے جو اس آیت کی مکمل تفسیر بن جائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیا کو تو ہر زمانے میں ان کے امتیوں کے مقابلے میں مکمل علم عطا فرمایا یہاں تک نبی الانبیا علیہ سلام کو کل کائنات کا علم عطا فرما دیا تا کہ جو بھی آپ سے سوال کیا جائے آپ اس کو جواب دے سکیں اس کے لیے قرآن نے سند عطا فرما دی:

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ، وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔

(سورہ النساء، آیت ۱۱۳)

ترجمہ: اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا سلسلہ کیونکہ جاری ہے اور آپ نے ظاہری پردہ فرما کر دوسری دنیا کو اپنے وجودِ مسعود سے رونق بخشی ہوئی ہے اس لیے دنیا میں قیامت تک آپ کی ظاہری

کمی کو علمائے ربانییّن پورا کرتے رہیں گے جو درحقیقت آپ کے ہی فیض وکرم سے آپ کے نائبین ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں حضور ﷺ کے نائبین کو بھی اس زمانے کے تمام علوم وفنون میں یکتائے روزگار بناتا ہے تاکہ اگر ان سے کوئی سوال کرے تو وہ ہر اس سوال کا جواب دے دیں ورنہ دین پر، اسلام پر، قرآن پر، صاحبِ قرآن پر اور صاحبِ قرآن کے بھیجنے والے پر حرف آئے گا کہ وہ نہیں جانتا (معاذ اللہ) اس لیے دنیا میں خداوند کریم عبقری شخصیات کو بھیجتا رہتا ہے ایسی ہی ایک عبقری شخصیت، نائب رسول اور فسئلو اھل الذکر کی جامع تفسیر امام احمد رضا قادری برکاتی محدث ریلوی قدس سرہ العزیز کی ہے۔ ان کی ۵۵ رسالہ علمی زندگی میں جس کسی نے جس شعبے سے جس نوعیت کا بھی سوال کیا آپ نے اس علم کی اصطلاحات اور اس علم کی روشنی میں اس کا بھرپور، تسلی بخش اور صحیح جواب عطا فرمایا۔ یہاں سوال جواب کے بجائے ان کی علمی بصیرت، قرآن کریم کی فہم اور سائنسی اصلاحات وعلوم سے متعلق دو چار مثالیں پیش کروں گا۔

امام احمد رضا کے علوم وفنون کا مرکز قرآن حکیم ہے۔ امام احمد رضا ترجمہ قرآن میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ جس آیت سے جس علم پر روشنی پڑتی ہے اس آیت کا ترجمہ اسی علم کی اصطلاح میں کرتے ہیں۔ امام احمد رضا واحد مترجم قران ہیں جن کو علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلی یعنی موجودہ سائنسی علوم پر بھی دسترس حاصل ہے۔ ایک سو سے زیادہ رسائل اور کتابیں اردو، فارسی اور عربی زبان میں مخطوطات کی صورت میں محفوظ ہیں۔ افسوس کے صرف چند زیورِ طباعت سے آراستہ ہوسکیں۔ یہاں سائنس، حکمت وفلسفے کے حوالے سے چند مثالیں پیش کر کے امام موصوف کی ان علوم پر دسترس کی طرف توجہ دلا رہا ہوں مثال ملاحظہ کیجیے:

وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا • (سورہ نبا، آیت نمبر ۲۰)

ترجمہ: اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہوجائیں گے جیسے چمکتا ریتا پانی کا دھوکہ دیتا۔

امام احمد رضا کے اس ترجمہ قرآن کو پڑھ کر علوم عقلیہ کا ماہر خاص کر علوم ارضیات وطبیعات کا ماہر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ''سراباً'' کا یہ ترجمہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ مترجم اس عمل سے خود واقف نہ ہو کہ تیز گرمی میں ریگستانوں میں یا کسی بھی سطح ہموار پر پانی ہونے

کا شبہ کیوں کر ہوتا ہے اور جوں جوں وہ قریب جاتا ہے، پانی دور ہوتا جاتا ہے اور وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ یہ میرا دھوکا ہے۔ امام احمد رضا کا یہ ترجمہ مفسرین کی آراء اور لغت سے مکمل مطابقت رکھتا ہے، چناں چہ ملاحظہ کیجیے کہ مفسرین اور ماہرینِ لغت کی ''سراباً'' کے متعلق آراء:

☆**تفسیر خازن:**

(فکانت سرابا): ای هبأمنبثا کالسراب فی عین الناظر

ریت کے ذرات جو دور سے دیکھنے میں (پانی کی طرح) چمکتے ہیں انھیں سراب کہا جاتا ہے۔

☆**تفسیر مدارک:**

(فکانت سرابا): ای هبأ تخیل الشمس انه ماء

ریت کے ذرات جو سورج کی روشنی میں پانی کی طرح چمکتے معلوم ہوں۔

☆**مفردات القرآن!**

سراب اس کو کہا جاتا ہے جب شدتِ گرمی میں دوپہر کے وقت بیاباں میں جو پانی کی طرح ریت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے اس کو سراب کہتے ہیں۔

ان دلائل سے جو بات سامنے آئی وہ یہ کہ سراباً ایک قسم کا دھوکا ہے کہ جب ریگستان میں یا کسی ہموار سطح پر سورج کی شعائیں پڑتی ہیں تو دور سے پانی کی موجودگی کا دھوکا ہوتا ہے۔ امام احمد رضا نے اس حقیقت کی ترجمانی فرما کر بتا دیا کہ آپ کو اللہ نے قرآن فہمی کا کتنا وسیع ادراک دیا ہے جب کہ اردو زبان کے تمام مترجمین نے سرابا کا ترجمہ فقط ریت کیا ہے۔

امام احمد رضا نے سراباً کا مفہوم وہ بیان کیا ہے جو روزِ قیامت نظر آئے گا۔ قیامت کے دن چونکہ زلزلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگا جس کی وجہ سے پہاڑ سرکنا شروع ہوں گے، ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے زمین پر تھرتھراہٹ کے باعث بڑے بڑے گڑھے پڑ جائیں گے زمین اسی دوران اپنا لاوا (Lava) اگلے گی اور جب تمام لاوا ٹھنڈا ہو جائے گا اور زمین کی سطح پھر کسی حد تک ہموار ہو جائے گی لوگ دوبارہ زندہ کر کے اس زمین پر لائے جائیں گے اور سخت پیاس میں مبتلا ہوں گے تو یہ زمین دور سے چمکتی ریت کی طرح پانی کا دھوکا دے گی۔ لوگ پانی کی طرف

دوڑیں گے مگر پانی ان کو نہ مل سکے گا، کیونکہ اس وقت زمین تانبے کی ہوگی اور اس تانبے کی زمین پر سورج کی شعائیں پڑنے کے باعث اس کی سطح پر پانی کا گمان ہوگا۔ اس سارے منظر کے پیشِ نظر امام احمد رضا نے سراباً کا ترجمہ نہایت ہی سائیٹفک طریقے پر کیا ہے۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں آپ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ امام موصوف دینی معلومات کے ساتھ ساتھ عقلی اور سائنسی علوم کے بھی موجد اور امام ہیں۔ راقم کے ترجمہ قرآن کے مطالعے کے دوران کئی آیات سامنے آئیں جن کا علوم ارضیات سے گہرا تعلق تھا۔ علمِ ارضیات کی اصطلاح میں صرف امام احمد رضا ہی ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جب کہ اردو زبان کے بقیہ مترجمین علمِ ارضیات کی اصطلاحات میں ان آیات کا ترجمہ نہ کر سکے۔ سورہ النازعات کی مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے جس میں اللہ تعالیٰ نے زمین کی بناوٹ سے متعلق ارشاد فرمایا اور امام احمد رضا نے اس علم کی اصطلاح میں ترجمہ کر کے قاری کو سمجھنے میں آسانی فرمائی ہے آیت اور ترجمہ ملاحظہ کریں۔

وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ؕ (سورہ نازعات، آیت نمبر ۳۰)

ترجمہ: اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔

اردو زبان کے دیگر تراجم قرآن کا جب مطالعہ کیا تو اکثر مترجمین نے ''دحٰہا'' کے معنی پھیلنے کے بجائے ''جماؤ'' کیے ہیں جب کہ پھیلنا اور جمانا دو مختلف مفہوم ہیں۔ جمانے سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کوئی چیز تہہ بہ تہہ جمائی جائے جس طرح آبی چٹانیں (sedementary Rocks) بنتی ہیں اور یہ عمل دراصل تہ در تہ چٹانوں کے بننے یا جمائے جانے کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں لفظ پھیلنے سے جو مفہوم ایک علمِ ارضیات کے طالب علم کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کسی چیز کے پھیلنے سے اس کا حجم (یہاں رقبہ مراد ہے) بڑھے۔ علمِ ارضیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین جب سے وجود میں آئی ہے برابر پھیل رہی ہے۔

(Sawkins,F.S. 1987"The Revolving Earth" page 153)

یہ عمل اس طرح جاری ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے سمندروں (OCEANS) یعنی

بحیرہ ہند، بحیرہ اوقیانوس وغیرہ میں بیچ و بیچ ۵/تا۶/میل گہرے پانی کے نیچے سمندری خندقیں جن کو Oceanic Trenches بھی کہا جاتا ہے موجود ہیں۔ یہ خندقیں ہزاروں میل لمبی ہیں۔ ان خندقوں سے ہر وقت گرم گرم پگھلا ہوا لاوا (Lava) نکل رہا۔ جب نیا لاوا اوپر آ کر جم جاتا ہے تو وہ پہلے سے جمع شدہ لاوے کی تہہ کو دونوں جانب سرکاتا ہے۔ خندق کے کنارے پر جو یہ عمل ہوتا ہے تو اس سرکنے سے پورا خشک براعظم بھی سرکتا ہے اور سمندر پیچھے کی جانب جاتا ہے یعنی زمین کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔ یہ عمل اگرچہ بہت خاموشی کے ساتھ اور بہت آہستہ ہوتا ہے مگر برابر جاری رہتا ہے۔

(Sawkins,F.S. 1987"The Revolving Earth" page 153)

براعظم اسی عمل کی وجہ سے برابر پھیل رہے ہیں۔ اس پھیلاؤ کی رفتار مختلف براعظموں کی مختلف ہے۔ کوئی براعظم ہر سال ۳/سینٹی میٹر سمندر سے اونچا ہو جاتا ہے کوئی ۴/سینٹی میٹر۔ براعظم ایشیا کا برصغیر پاک و ہند کا حصہ (Mount Everest) ہر سال ۳/اعشاریہ ۵/سینٹی میٹر اوپر اٹھ جاتا ہے اس کو آسانی سے سمجھنے کے لیے بحیرہ ہند کا مطالعہ کریں یہ ہر سال پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اس قدرتی عمل سے زمین برابر پھیل رہی ہے اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی نشاندہی سورہ نازعات کی آیت میں فرمائی اور سوائے امام احمد رضا کے قدرت کے اس عمل کو سمندر کی ۶/میل تہہ کے نیچے کوئی اور نہ دیکھ سکا مگر امام موصوف نے باطنی علوم کی روشنی میں دیکھ لیا۔ آپ نے اس قدرت کے عمل کو ترجمے میں ارضیاتی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے اپنی علمی وسعتوں کا اظہار کیا اور جامع ترجمہ کیا **"اس کے بعد زمین پھیلائی"**۔ زمین کے پھیلنے کے اس عمل کو صرف امام احمد رضا جیسا سائنس دان ہی دیکھ سکا کیونکہ ظاہری لفظوں کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کا باطن بھی اللہ کی دی ہوئی فہم سے سمجھتے ہیں جب کہ اردو زبان کے بقیہ مترجمین آیت کا ترجمہ علم ارضیات کی روشنی میں نہ کر سکے جس علم کی طرف آیت اشارہ کر رہی ہے۔

راقم الحروف علم ارضیات کا طالب علم ہے اور گزشتہ ۳۲/سال سے جامعہ کراچی کے شعبہ

ارضیات میں علوم ارضیات کی تدریس میں مصروفِ عمل ہے۔ میری نظر جب قرآن پر پڑتی ہے تو ان قرآنی آیات میں وہ قانون تلاش کرتا ہوں جو زمین کی پیدائش اور اس کے ارتقا سے تعلق رکھتے ہیں۔ مطالعے سے یہ بات سامنے آئی کہ کسی بھی ترجمۂ قرآن میں علومِ ارضیات سے متعلق خصوصاً اور دیگر سائنسی علوم سے متعلق عموماً ایسی ترجمانی نہیں ملتی جو ان علوم وفنون کی نشاندہی کریں مثلاً:

علم ارِضیات میں یہ قانون عام ہے کہ زمین جب پیدا ہوئی تو یہ آگ کا گولہ تھی اس کے بعد یہ ٹھنڈی ہونا شروع ہوئی ٹھنڈی ہونے کے دوران یہ برابر ہچکولہ کھاتی رہی یعنی اس میں تھرتھراہٹ تھی اور اس کو قرار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ زمین کے اوپر پہاڑ بننا شروع ہوئے، زمین اگرچہ اوپر سے ٹھنڈی ہوگئی مگر اس کے اندر (نیچے) گرم پگھلا ہوا لاوا مائعے کی شکل میں موجود رہا۔ پہاڑ (آبی یا آتشی) سمندر کے نیچے بھی موجود ہیں اور یہ سب پہاڑ اسی گرم لاوے کے اوپر اسی طرح لنگر انداز ہوتے ہیں، جیسے کسی سمندری جہاز کو اس کے لنگر (Anchor) روکے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی جنبش یا تھرتھراہٹ کو پہاڑوں کے لنگر ڈال کر روک رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ زمین ہم کو ساکن محسوس ہوتی ہے۔ جب کبھی اس توازن میں فرق آتا ہے تو ان مقامات پر زلزلے آجاتے ہیں اور بعض اوقات بڑی بڑی دراڑوں (Deep Faults) کے ذریعے وہ پگھلا ہوا لاوا اوپر آجاتا ہے کیوں کہ ان سخت پہاڑوں کے نیچے ہر جگہ یہ لاوا موجود ہے، کہیں اس کی گہرائی ہزاروں فٹ میں ہے اور کہیں اس کی گہرائی کئی سو میل نیچے ہے۔ زلزلے کے وقت جو تھرتھراہٹ یا جنبش ہوتی ہے زمین اپنی پیدائش کے وقت اسی طرح کانپتی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنا کر اس پر لنگر انداز کیے اور اس طرح اس زمیں کو سکون حاصل ہوا۔ اس سارے عمل کو علم ارضیات میں (Plate-Tectonics) کہتے ہیں۔

(Arthur Holmes,1972,"princilples of physical Geology" p.22)

قرآن مجید وفرقان حمید نے زمین کے متعلق کئی انداز میں تذکرہ کیا ہے اردو مترجمینِ قرآن نے ان آیات کا ترجمہ تو بے شک کیا ہے، لیکن ان آیات کے پیچھے جو علم کا سمندر ہے اس کو لفظی،

لغوی ترجمہ کرنے سے قاصر رہے اور وہ صرف لفظی ترجمہ کر کے آگے بڑھ گئے، مگر امام احمد رضا چوں کہ علومِ دینیہ کے ساتھ ساتھ علومِ ارضیات کے بھی ماہر ہیں ان کی نگاہ نے آیت کے پیچھے قدرت کے اس سارے عمل کو دیکھ لیا اور پھر ترجمہ کرتے وقت ان آیات کے لیے ایسے الفاظ کا چناؤ کیا جو علوم ارضیات کی عکاسی بھی کر رہا ہے۔ آیئے سورہ انبیا کی آیات کا مطالعہ کریں:

☆اَوَ لَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ○ وَ جَعَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِہِمۡ ۪ وَ جَعَلۡنَا فِیۡہَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ○ (سورہ انبیا، آیت نمبر ۳۰، ۳۱)

ترجمہ: کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انھیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان لائیں گے اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انھیں لے کر نہ کانپے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں کہ کہیں وہ راہ پائیں۔

اب ملاحظہ کیجیے ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ:

کیا جو لوگ منکر ہیں انھوں نے اس بات پر نظر نہیں کی آسمان و زمین میں دونوں کا ایک جھنڈا (ڈھیر) سا تھا تو ہم نے (اس کو توڑ کر) زمین و آسمان کو الگ الگ کیا اور پانی سے تمام جاندار چیزیں بنائیں تو کیا اس پر بھی لوگ (ہم پر) ایمان نہیں لاتے اور ہم ہی نے زمین میں بھاری بوجھل پہاڑ (مواقع مناسب پر) رکھے تاکہ زمین لوگوں کو لے کر (کسی طرف کو) جھک نہ پڑے اور ہم ہی نے اس میں چوڑے چوڑے راستے بنائے تاکہ لوگ اپنی منزل مقصود کو جا پہنچیں۔

(ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ''حمائل شریف مترجم'' ص۔ ۵۱۹)

چند مزید ترجمے ''وجعلنا فی الارض رواسی ان تمیدبھم'' سے متعلق ملاحظہ کیجیے:

ترجمہ: اور ہم نے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ بنا دیے کہ ایک طرف ان کے ساتھ جھک نہ پڑے۔
(ابوالکلام آزاد)

ترجمہ: اور زمین میں ہم نے بھاری بھاری پہاڑ قائم کر دیے کہ کہیں ان کو لے جھک نہ جائے۔
(مقبول احمد دہلوی)

سورہ انبیا کی ۳۱ رویں آیت کریمہ کی جامعیت جو امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں پائی جاتی ہے وہ جامعیت دیگر تمام تراجم میں ناپید ہے۔ دیگر مترجمین قدرت کے اس عمل کو جان ہی نہ سکے کہ پہاڑ کس طرح قائم ہیں اور زمین کا سکون کس طرح برقرار ہے کیوں کہ کوئی بھی مترجم (Isostatic Theory) نہیں سمجھتا اس لیے ترجمے میں جو بات پوشیدہ ہے ضبطِ تحریر میں نہ لا سکا یہ صرف امام احمد رضا کی فکر کی گہرائی ہے کہ انھوں نے دو لفظوں کے چناؤ سے قدرت کے اس طریق کو ترجمے میں ظاہر کر دیا کہ پہاڑ ضرور تہہ بہ تہہ جمائے گئے ہیں مگر یہ لنگر انداز ہیں اور یہ کھلی حقیقت ہے جو کہ جیولوجی سے تعلق رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ پہاڑ کیونکر خاموش کھڑے ہیں۔

دیگر تراجم میں ایک بات اور جو انہونی ترجمہ کی گئی ہے وہ یہ کہ زمین لوگوں کے بوجھ سے ادھر سے اُدھر جھک جاتی ہے اس لیے پہاڑوں کو جمایا گیا جب کہ زمین انسانوں کی پیدائش سے ۴.۶ بلین سال پہلے قرار پا چکی تھی یا کم از کم حضرت آدم علیہ السلام کی آمد سے قبل قطعی سکون میں آ چکی تھی اور اگر انسانوں کے بوجھ سے ہلتی جلتی تو آج اس کو پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہلنا چاہیے کیوں کہ روزانہ ہزاروں لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں پاکستان ہی کی مثال لیجیے کہ کراچی شہر میں ڈیڑھ کروڑ انسان رہتے ہیں جبکہ پورے بلوچستان میں کچھ لاکھ افراد بستے ہیں، مگر شہر کراچی میں لوگوں کے بوجھ سے زمین نہ دب رہی اور نہ ہچکولے کھا رہی ہے۔ انسان کا بوجھ ہوتا ہی کیا ہے جو زمین کو غیر متوازن کر سکے۔ درحقیقت آیت کا مفہوم وہ ہی ہے جو امام احمد رضا نے سمجھا ہے اور جو علوم ارضیات سے بھی مطابقت رکھتا ہے کہ پہاڑوں کے لنگر اس لیے ڈالے ہیں کہ زمین ان لنگروں کے بغیر ہچکولے کھاتی تھی اس لیے ان لنگروں سے اس کو قائم رکھا ہے۔

ان تمام امثال کے بعد یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن دیگر تمام اردو تراجم سے زیادہ بہتر ہے اور یہ عین سائنٹفک توجیہات کے مطابق بھی ہے یہاں موقع نہیں ورنہ دیگر سائنسی علوم وفنون سے متعلق بھی آیات کا تقابل کو پیش کرتا۔ شواہد اور دلائل

اس بات کے مظہر ہیں کہ امام احمد رضا مسلمان سائنس دانوں میں ان چند ہستیوں میں شامل ہیں جن کو دین کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم کا مجدد تسلیم کیا جاسکتا ہے، کیونکہ امام احمد رضا کی کوئی بھی تھیوری قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں ہوتی۔ دنیا آج زمین کو سورج کے گرد گھومتا ہوا تسلیم کرتی ہے مگر آپ نے اپنی کتاب ''فوزِ مبین در رد حرکت زمین'' میں ۱۰۵ ار دلائل سے زمین کو ساکن قرار دیا کیونکہ قرآن کی نص سے یہ بات ثابت ہے کہ زمین و آسمان ساکن ہیں اور باقی سارے سیارے گھوم رہے ہیں۔

تاریخ میں ہزاروں مسلمان سائنس دان علوم عقلیہ کے امام تسلیم کیے گئے ہیں مگر ان میں علوم نقلیہ کی استعداد رکھنے والے بہت کم ہیں۔ اگر چہ ہر کوئی قرآن وحدیث سے استفادہ ضرور کرتا ہے کیونکہ اول ماخذ ہی یہ ہے لیکن دونوں علوم میں دسترس رکھنے والے امام غزالی جیسی ہستیاں کم ہیں۔ امام احمد رضا کو دین اسلام کا چودھویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے مگر آپ علوم عقلیہ کے بھی اکثر علوم وفنون میں مجدد نظر آتے ہیں۔ راقم یہ بات کہنے میں غلط نہیں کہ امام احمد رضا مجدد دین وملت اور مجدد علوم جدیدہ ہیں۔ حکیم محمد سعید صاحب نے امام احمد رضا کی ذہانت و فطانت پر جو جامع تبصرہ کیا وہ ملاحظہ کیجیے:

''گزشتہ نصف صدی میں طبقہ علما میں جو جامع شخصیات ظہور میں آئی ہیں ان میں مولانا احمد رضا کا مقام بہت ممتاز ہے، ان کی علمی دینی اور ملی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ تفقہ اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کی مہارت سائنس اور طب کے علوم میں بھی بہت زیادہ ہے ان کی بصیرت علما سلف کے اس ذہن وفکر کی نمائندگی کرتی ہے جس میں دینی یا دنیاوی علوم کی تفریق نہ تھی، ان کی شخصیت کا یہ پہلو عصر حاضر کے علما اور دانش گاہوں کے معلمین دونوں کو دعوت فکر ومطالعہ دیتا ہے۔''

(حکیم محمد سعید ''پیغام برائے مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۸ء کراچی، ص ۱۵ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی)

☆حکیم صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لیے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کسی لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

(ایضاً، طبی بصیرت ''معارف رضا'' شمارہ نہم ص ۱۰۰/ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل)

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمۂ قرآن میں امتیازی پہلو دیگر مترجمین قرآن کے مقابلے میں یہ ہے کہ جو جامعیت، معنویت، مقصدیت قرآن کے کلمات میں محفوظ ہے یا کسی بھی عمل کی جو حقیقت اس کے وجود میں پوشیدہ ہے امام احمد رضا اس کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں اور اس علم کی روشنی میں اس کی ترجمانی فرماتے ہیں۔

یہ اس وقت ہی ممکن ہے کہ جب مترجم کے ذہن میں تمام تفاسیر لغوی معنویت، احادیث، آثار اور تمام علوم وفنون کا مجموعہ اس کے قوت حافظہ میں ہو اور خداوند کریم کی طرف سے اس کی ذہانت اتنی قوی ہو کہ تمام کلمات کو ان کی معنویت کے ساتھ یکجا کر لے۔

یہ خداداد صلاحیت ہی امام احمد رضا کو ان کے تمام ہم عصر حضرات میں اعلیٰ بنائے ہوئے ہے جس کی بنا پر ہر سمجھدار آپ کو اعلیٰ حضرت کہنے پر حق بجانب ہے۔

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا اور تحقیق مرجان (Coral)

امام احمد رضا خاں محمدی سنی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) ابن مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (م، ۱۲۹۷/۱۸۸۰) بیسویں صدی عیسوی کے عالم اسلام کی عبقری اور ماہر جملہ علوم وفنون کی عظیم ہستی تھی اور اگر تمام اہلِ علم وفن بنظر انصاف غیر جانبدارانہ فیصلہ کریں تو پوری صدی میں انھیں صرف امام احمد رضا کی شخصیت نظر آئے گی جو تنِ تنہا اپنے زمانے کے تمام مروجہ علوم وفنون کی ماہر قرار پاتی ہے، لہٰذا اگر آپ کو بیسویں صدی عیسوی کے جملہ علوم وفنون کی ماہر شخصیت قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، شاعر نے سچ کہا ہے:

اگلوں نے تو لکھا ہے بہت علمِ دین پر
جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

امام احمد رضا کو بیسویں صدی عیسوی کی عظیم ترین ہستی ہونا چاہیے، کیونکہ اس فرد کامل نے آج سے ۹۰ سال قبل جو سائنسی، دینی، ادبی، معاشرتی، معیشتی معلومات فراہم کی تھیں وہ ان کی علمی وسعتوں اور جہتوں کا آئینہ دار ہیں۔ حقیقتاً اصل کمال یہ ہے کہ امام احمد رضا سائنسی علوم وفنون کے ہر ہر شعبے کے متعلق سرسری نہیں، بلکہ اس کی جزئیات وکلیات کے تمام اصول وضوابط سے آگاہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہر علم وفن پر محققانہ انداز میں صفحات کے صفحات تحریر فرماتے جاتے ہیں۔

امام احمد رضا صرف مختلف علوم وفنون کے سمندروں میں غوطہ لگا کر ہی موتیوں کی لڑیاں پیش نہیں کرتے، بلکہ پوشیدہ خزانوں کی معلومات فراہم کرتے ہیں اور موتی اور مونگا کے بننے کے عمل کو بھی اپنے قارئین تک پہنچاتے ہیں۔ وہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سمندر کی تہہ میں کیا کیا عمل ہو رہے ہیں، کہاں سے زمین کھسک رہی ہے، کہاں پر سمندر میں پتھر اور پہاڑ بن رہے ہیں، کون کون سے جانور سمندر کی تہہ میں پائے جاتے ہیں، مچھلی اور جھینگے میں کیا فرق ہے اور سمندر میں موتی اور مونگا (مرجان) کس طرح بنتے ہیں۔

امام احمد رضا پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم نظر آتا ہے کہ آپ ہر علم سے صرف آگاہ ہی نہیں بلکہ اس علم کے تمام اصول وضوابط کے بھی عارف ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب آپ اپنے اسلاف کی تحقیق کو پیش کرتے ہیں تو ان کے سہو کو اصول وضوابط کی روشنی میں اشارہ کرتے ہیں مگر ان کے اپنے سائنسی مقالات میں کوئی بات یا دلیل سائنسی اصول کے خلاف نہیں ملتی۔ سب سے زیادہ اہم امر یہ ہے کہ ان کا کوئی بھی سائنسی نظریہ قرآن واحادیث کی کسی بھی عبارت یا آیت کے مخالف نہیں ہوتا، بلکہ وہ ہر اصول کو ان دونوں ماخذ کے آئینے میں پرکھتے ہیں، اگر اس کے مطابق ہو تو قبول کرتے ہیں ورنہ دنیاوی علوم کے اصول کو اگر ان دو ماخذ کے خلاف پاتے ہیں تو بہت ہی شدومد کے ساتھ رد کرتے ہیں اور اپنا اسلامی نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں، یہ بات دیگر ہے کہ سائنسی دنیا ان کے مؤقف کو تسلیم نہ کرے۔

مرجان (مونگا/Coral) کے متعلق فقہا کرام کے مختلف مؤقف ہیں بعض فقہا اس کو نبات (Vegetation) میں شامل کرتے ہیں اس لیے اس سے تیمّم کو ناجائز قرار دیتے ہیں جب کہ بعض محققین اس کو پتھر (حجر) میں شامل سمجھتے ہوئے اس سے تیمّم کو جائز بتاتے ہیں مگر بعض حضرات درمیانی صورت کے بھی قائل ہیں۔ اسی طرح حیوانات اور ارضیات کے ماہرین بھی مختلف آرار کھتے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ نباتات (Plant) سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض کے نزدیک حیوانات (Invertebrate Animal) سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن اس حقیقت پر سب متفق ہیں کہ مونگا پتھر ہی کی شکل میں ملتا ہے۔ اس سے قبل کے امام احمد رضا کی مرجان پر تحقیق پیش کروں پہلے مرجان (Coral) سے متعلق جدید سائنسی معلومات ملاحظہ فرمائیں:

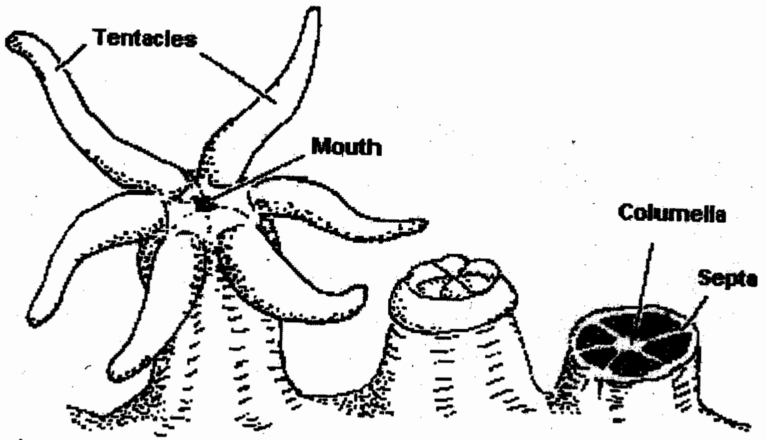
"Coral-The hard limy (Calciam Carbonate) Subtance produced by colonies of small marine Invertebrate animals (Which has no eyes,no anus or any circulatary system) of the phylum CEOLENTRATA. The base of the Coral polyp sist in a stony cup which it secretes. As the old individual die (animal dies).

These Caco3 cups remain and serve as a base for new individuals. The stony deposits (inform of clonies or some time individual animal) take varied forms, shapes,sizes and colors,depending on the kind of coral organism.

Corals are found almost exclusively warm semitropical and tropical seas. The most interesting corals are the many reef-building species, which forms a wide, lengthy and vertical colony"

(The webster family Encyclopedia V.5,p234)

Hexacorals



a) coral polyp with expanded arms b) withdrawn polyp c) empty coral cup

مرجان سمندروں کی مختلف کم گہرائیوں میں پایا جانے والا ایک قسم کا جانور ہے جو بہت چھوٹا ہوتا ہے اور عجیب قسم کا جانور ہے کہ نہ منھ ہے، نہ آنکھیں، نہ کوئی اور سسٹم۔ یہ جانور سمندر سے Ca Co3 کو غذا کے طور پر حاصل کرتا ہے اور اپنے پیچھے کیلشیم کا نالی نما خول چھوڑ جاتا ہے اور افقی سمت بڑھتا ہے۔ اس قسم کے جانور بعض دفعہ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ایک ہی جگہ سے بڑھنا اور پھیلنا شروع ہو جاتے ہیں اس لیے ایک (Colonial rock) جانوروں کی کالونی نما چٹان بنتی چلی جاتی ہے جس کی لمبائی بعض وقت کئی کلومیٹر اور اونچائی کئی سومیٹر پہنچ جاتی ہے جب یہ کورل کالونی زندہ جانوروں کی شکل میں سمندر کی تہ میں ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ کوئی گھاس نما درخت اُگا ہوا ہے اور سمندروں کی لہروں کے ساتھ یہ چاروں طرف جھکتا رہتا ہے، مگر آہستہ آہستہ نیچے کا حصہ چٹان بنتا چلا جاتا ہے اور جب اوپر قیام کیے ہوئے تمام جانور ہلاک ہو جاتے ہیں تو پھر ایک چٹان کی شکل اختیار کر لیتا ہے، بعض اوقات یہ دوسری مٹی کی تہ میں دب جاتا ہے اور اس میں اور دیگر چٹانوں میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے مگر یہ اپنے مونگے کے باعث جلد ہی پہچان میں آ جاتا ہے۔

اس مرجان کو چٹان یا پتھر کہا جائے اور اس کو جنس زمین سمجھا جائے یا نہیں اور اس سے تیمم جائز ہے یا نہیں ان تمام سوالوں کے تفصیلی اور تحقیقی جواب امام احمد رضا نے اپنے ایک ''ضمنی رسالے (Sub-Article) میں لکھے ہیں جس کا عنوان ہے ''المطر السعید علی بنت جنس الصعید ۱۳۳۵ھ'' ترجمہ: جنس صعید (مٹی یا زمین) کی نبات پر باران مسعود۔

امام احمد رضا نے اس رسالے میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہی قواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے تیمّم کے سلسلے میں ایک ضابطہ قائم فرمایا کہ:

''ہر اس چیز سے کہ جنس ارض (Kind of rock) سے ہو تیمم روا ہے، جب کہ غیر جنس (Other than rock) سے مغلوب نہ اور اس کی غیر سے ہمارے جملہ آئمہ کے نزدیک روا نہیں لہٰذا جنس ارض کی تحریری اور تعدیہ (Explanations) درکار ہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد اول، ص ۶۶۱، مکتبہ رضویہ کراچی)

سب سے پہلے جنس ارض سے متعلق امام احمد رضا کی تعریف ملاحظہ کریں:

''ہمارے مشائخ نے فرمایا جنس ارض وہ ہے جو آگ سے جل کر راکھ نہ ہو جائے اور جو نرم نہ ہو اور منطبع (پارہ پارہ) نہ ہو۔ یاقوت بھی ان ہی چیزوں میں داخل ہے جو نہ نرم ہوتا ہے اور نہ منطبع اور نہ جلتا ہے اور جو آگ سے جل جائے یا اس سے نرم ہو جائے (تمام دھاتیں) وہ جنس ارض سے نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد سوم، ص۵۸۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام احمد رضا منطبع کی وضاحت کرتے ہیں کہ کہیں پڑھنے والا غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ ریت بھی تو پارہ پارہ یا ریزہ ریزہ شکل میں ملتی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ جنس ارض سے نہیں، مگر امام احمد رضا ہر متعلقہ اشکال کا خیال رکھتے ہیں اس لیے فوراً منطبع کی وضاحت فرمائی:

''ہماری تقریر سے واضح ہوا کہ مٹی بھی منطبع (ریزہ ریزہ) ہوتی ہے ابھی قاموس سے گزرا طبع الجرۃ من الطین (مٹی سے گھڑا بنایا) مگر یہاں مراد وہ ہے جس کی صلاحیت آگ سے نرم ہو کر پیدا ہو...... عامہ علمانے کہ یہاں منطبع مطلق چھوڑا ہے اس سے یہی منطبع بالنار مراد ہے...... ورنہ پانی میں مٹی بھی گلتی اور پگھلتی ہے۔'' (ایضاً۔۳۔۵۸۴۔لاہور)

امام احمد رضا نے اپنے اس رسالے (Article) میں کہ کون سی شے زمین کا حصہ ہے اور کون سی شے زمین کے حصے سے تعلق نہیں رکھتی اس کی طویل بحث کرتے ہوئے ۱۴ مختلف زاویوں (Pramaters) سے ثابت کیا ہے کہ کب اور کن حالات میں کوئی شے زمین کا حصہ ہے یا نہیں، مگر یہاں اس تفصیل میں جائے بغیر امام احمد کا نظریہ مختصراً پیش کر رہا ہوں تفصیل کے لیے اصل رسالے کا مطالعہ کیا جائے۔

''وباللہ التوفیق، غیر جنس ہونے کا مناط (Criteria) سات (۷) قول وصف پر مشتمل ہیں ان سات اوصاف میں سے ایک بھی ہو تو وہ شے جنس ارض نہیں اور اس سے تیمّم ناجائز ہے اور اصلاً ایسا کوئی وصف (Character) نہ ہو تو جنس ارض سے ہے اور تیمّم جائز ہے۔''

(ایضاً۔۳۔۵۹۴۔لاہور)

امام احمد رضا نے جنس ارض کی ایک طویل بحث کے بعد ۱۸۱۔اقسام کی مٹی یا پتھر کی تعداد گنوائیں جن سے احناف کے نزدیک تیمّم جائز ہے اور حیرت کا مقام ہے کہ ۱۸۱ میں ۱۰۷ اقسام

صرف امام احمد رضا کا اضاف (Contribution) ہے اس سلسلے میں آپ خود رقم طراز ہیں:

''ایک سو اکیاسی (۱۸۱) چیزوں کا بیان جن سے تیمّم جائز ہے'' آگے چل کر لکھتے ہیں:

''ان بعض اشیا کا شمار جن سے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں تیمّم جائز ہے انھیں دو قسم کریں۔

منصوصات (تحقیق شدہ) جن کی تشریح کتابوں میں اس وقت پیشِ نظر ہے۔ مزیدات (اضافہ) کہ فقیر (احمد رضا) نے اضافہ کیں''۔ (ایضاً۔۳۔۶۲۸۔لاہور)

امام احمد رضا کی ذہانت پر حیرت ہے اور یہ یقیناً فضل ربی ہے کہ ۱۲اسو سال میں ہزاروں فقہا نے ۷۴۔اقسام کی اشیا سے تیمّم کو جائز بتایا اور فرد واحد امام احمد رضا نے اپنی ۵۰ سالہ علمی کاوش میں ۱۰۷ مزید اقسام کی مٹی کا اضافہ فرمایا جن سے تیمّم کیا جا سکتا ہے اسی طرح عدم جواز کے سلسلے میں بھی ۱۲۰۰ سال میں ۵۸ اقسام کی اشیا جو زمین کی جنس سے تعلق نہیں رکھتی فقہا نے تیمّم سے منع فرمایا، مگر محقق اعظم نے ۷۲ کا اپنی جانب سے اضافہ کر کے عدم جواز کی تعداد ۱۳۰ تک پہنچا دی خود نقل فرماتے ہیں: ''یہ ۳۱۱ چیزوں کا بیان ہے، ۱۸۱ سے تیمّم جائز، جن میں ۷۴ منصوصات اور ۱۰۷ زیاداتِ فقیر اور ۱۳۰ سے ناجائز جن میں ۵۸ منصوصات اور ۷۲ زیاداتِ فقیر۔ ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا، بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا۔''

(ایضاً۔۳۔۶۵۸۔لاہور)

امام احمد رضا اس فضلِ خداوندی پر ان الفاظ میں شکریہ ادا فرما رہے ہیں:

"وللہ الحمد اولاً و آخراً۔ وبه التوفيق باطناً و ظاهراً وصلى الله تعالىٰ وسلم على حبيبه واله وصحبه متوافراً متكاثراً" (ایضاً، جلد۳۔ص۶۵۸۔لاہور)

امام احمد رضا نے رسالے کے آخر میں گیارہ ان اقسام کا ذکر بھی کیا ہے کہ جن سے تیمّم میں فقہا کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ اشیا جنس ارض سے تعلق رکھتی ہیں اور بعض کے نزدیک تعلق نہیں رکھتی۔ امام احمد رضا نے ہر ایک پر تفصیلی بحث کے بعد اپنا مؤقف پیش کیا ہے یہی صورت حال (مرجان) کے ساتھ ہے، فقہا کرام کی اس میں دو رائے پائی جاتی ہیں کچھ فقہائے

کرام اس مرجان کو نباتات میں شمار کرتے ہوئے اس سے تیمّم ناجائز قرار دیتے ہیں مگر امام احمد رضا نے اس بات کی تحقیق کے بعد مرجان ایک قسم کی چٹان ہی ہوتی ہے اس لیے اس سے تیمّم کو جائز قرار دیا۔اس تحقیق کا خلاصہ ملاحظہ کیجیے۔

قرآن مجید میں دو جگہ مرجان کا ذکر آیا ہے اور امام احمد رضا نے دونوں جگہ مراد مونگا لیا ہے چھوٹا موتی نہیں۔

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ (سورہ رحمٰن، آیت نمبر ۲۲)

ترجمہ: ان میں سے موتی (Pearl) اور مونگا (Coral) نکلتا ہے۔

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (سورہ رحمٰن، آیت نمبر ۵۸)

ترجمہ: گویا وہ لعل (Ruby) اور مونگا (Coral) ہیں۔

امام احمد رضا مرجان سے تیمّم کے سلسلے میں اس کے جواز اور عدم جواز پر فقہا کرام کی کتب کا حوالہ دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''تبیین الحقائق، معراج الدرایہ، غایۃ البیان، توشیح عنایۃ، محیط، خزانۃ الفتاوی، بحر، نہر اور ہندیہ وغیرہ عامہ کتب میں اس سے جواز تصریح ہے مگر فتح'' میں ممانعت واقع ہوئی اور'' درمختار'' و ''خادمی'' نے ان کا اتباع کیا۔ شیخ الاسلام غزی نے بھی اسی طرح میل فرمایا اور ان کے شیخ نے ''بحر'' میں فرمایا وہ سہو ہے۔'' نہر'' نے فرمایا سبق قلم ہے اور حق جواز ہے جیسا کہ ''ازہری'' اور شامی میں ہے''۔ (ایضاً۔۳۔۶۸۴۔لاہور)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''اور علامہ عبدالحلیم رومی نے عجب بات کہی۔انھوں نے ''منح الغفار'' سے اخذ کر کے کہا...... میں کہتا ہوں یہ سہو نہیں، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہی ٹھہرا کہ وہ (مونگا) پانی سے بنتا ہے جیسے موتی اس لیے یہ جنس ارض نہیں لہٰذا اس سے تیمّم جائز نہیں۔'' (ایضاً۔۳۔۶۸۵۔لاہور)

امام احمد رضا اپنے مشاہدات اور موقف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اقول منح الغفار کی عبارت جیسا کہ شامی میں ہے اس طرح ہے۔ میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے

کہ سہو نہیں اس لیے کہ انھوں نے جوازِ تیمّم سے اس لیے منع کیا کہ ان کے نزدیک یہی ٹھہرا کہ وہ (مونگا) پانی سے بنتا ہے جیسے موتی (Pearl) تو اگر حقیقت امر یہ یہی ہے تو منع جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور قائل جواز نے جائز اس لیے کہا کہ اس کے نزدیک یہی ٹھہرا کہ وہ اجزائے زمین سے ہے تو اگر وہ ایسا ہی ہے تو جواز میں کوئی کلام نہیں۔

جوہر شناسوں (Gemonologist) کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دو مشابہتیں (Similarities) پائی جاتی ہیں (۱) ایک مشابہت نباتات (Plant) سے (۲) اور ایک مشابہت معدنیا (nonmetallicores) سے ہوتی ہے۔

ابن الجوزی نے اسے صاف طور پر بیان کیا وہ لکھتے ہیں یہ (مرجان) عالم نباتات (Vegelation/plant) اور عالم جماد (Stone) کے درمیان متوسط ہے۔ اپنے تحجر اور پتھر کی طرح ٹھوس ہونے میں جماد (چٹان) کے مشابہ ہے اور اس بات میں نبات (پودے) کے مشابہ ہے کہ سمندر کی گہرائی میں اس کے رگوں (Veins) اور پھوٹی ہوئی کھڑی (Vertical branching) ڈالیوں والے اُگنے والے درخت لگتے ہیں۔ (ایضاً ۳۔ ۶۸۶۔ لاہور)

آگے چل کر امام احمد رضا محشی رملی کا جواز کا مؤقف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مرجان۔ مونگا (Coral reet or coralline Limestone) دوسرے پتھروں کی طرح ایک پتھر ہے جو سمندر میں درختوں کی طرح بڑھتا ہے اس لیے عامہ کتب میں جواز پر جزم ہے۔'' (ایضاً۔۳۔ص ۶۸۶)

امام احمد رضا تمام آرا کی تطبیق کرتے ہوئے تجزیہ پیش کرتے ہیں:

اقول۔ اصحاب احجار (ماہر حجریات) نے اس کے حجر (پتھر) ہونے کی تصریں (Confirm) کی اور اسے حجر شجری (Tree like stone) کہا، نہ کہ شجر حجری (Stone like tree)۔

(ایضاً۔۳۔ص ۶۸۶)

جامع ابن بیطار کے حوالے سے ارسطو کی عبارت نقل کرتے ہوئے امام احمد رضا لکھتے ہیں:

بسذ (Branch Coral) اور مرجان (Coral) ایک ہی مرجان کو کہتے ہیں فرق

یہ ہے کہ مرجان اصل ہے اور بسذ فرع۔ مرجان (مونگے) میں تخلخل (Rings) اور سوراخ (Cavity) ہوتے ہیں اور بسذ درخت کی ڈالیوں کی طرح پھیلتا اور بڑھتا ہے اور ڈالیوں کی طرح اس میں شاخیں بھی نکلتی ہیں۔ (ایضاً۔۳۔۷۸۷۔لاہور)

آپ مخزن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مرجان ایک حجری جسم (Stony body) ہے جو درخت کی ساق وشاق (root & branch) کی طرح مشابہ ہوتا ہے۔ (ص ۷۸۷)

تحفہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

بسذ مرجان کا ایک نام ہے اور ایک نباتی قوت رکھنے والا پتھر ہے جو دریا (سمندر) کی گہرائی میں (سمندر کی تہہ میں اُگتا (بڑھتا) ہے۔ (ص ۷۸۷)

امام احمد رضا ان مشابہتوں کو سامنے رکھتے ہوئے مطلق آرا پیش کرتے ہیں:

اور نبات (Plant growth) سے اس کی مشابہت سے (مرجان) کو حجر (پتھر ہونے) سے خارج اور شجر (کی اقسام) داخل نہیں کرتا۔ (ص ۶۸۸)

امام احمد رضا مرجان کو پتھر کی قسم ہی سمجھتے ہیں اور اس کو سمندری چٹان کا حصہ قرار دیتے ہوئے جنس زمین قرار دیتے ہیں اور تیمّم کو جائز سمجھتے ہیں چنانچہ آپ حکم شرعی دیتے ہیں:

''جرم اس سے جوازِ تیمّم میں شک نہیں'' (ص ۶۸۸)

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا اور تحقیق اہرامِ مصر

اللہ تعالیٰ قرآن مجید و فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ (آیت نمبر ۱۱۹: سورہ التوبۃ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔ (التوبۃ: ۱۱۹)

اہل اللہ نے اسی آیت کی روشنی میں باقاعدہ نشستوں کا اہتمام رکھا اور عام و خاص مسلمانوں کو موقع دیا کہ وہ ان کی نشستوں میں آئیں اور جو کچھ وہ نہیں جانتے ہیں اہل ذکر، اہلِ علم و عرفان سے معلوم کریں۔ چناں چہ تاریخ پر نظر ڈالیں تو اکثر خانقاہوں میں اس بات کا اہتمام رکھا گیا کہ شیوخ حضرات سے عوام الناس کے رابطے رہے اور ان کی مجالس میں بیٹھنے والوں نے علوم و عرفان کے موتیوں سے اپنے دامن بھر لیے۔ اہلِ ذوق حضرات نے ان مواقعوں کو ضائع نہیں ہونے دیا اگر چہ اس زمانے میں نہ ٹیپ ریکارڈ تھے نہ ہی C.D وغیرہ کا سسٹم تھا وہ قلم دوات اور دفتر لے کر بیٹھ جاتے ان مجالس یا نشستوں میں جو کلمات ان کی زبان سے جاری ہوتے وہ ان کو قلمبند کر لیتے تاکہ آنے والی نسلیں ان کے ملفوظات، کلمات اور فکر سے استفادہ کر سکیں۔ تاریخ میں ملفوظات کی ایک لمبی فہرست ہے اور یہ ملفوظات ہر زمانے کے لوگوں کے لیے ایک طرف علم و عرفان کا سرمایہ ہوتے ہیں دوسری طرف ہدایات کا سرچشمہ بھی۔ ان ملفوظات میں چند بہت اہم ہیں مثلاً:

۱۔ انیس الارواح

ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ دلیل العرفان

ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ فوائد السالکین

ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ راحت القلوب

ملفوظات حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ فوائد الفواد

ملفوظات مولانا جلال الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ معدن المعانی

ملفوظات حضرت شیخ شرف الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ

ایسے ہی ملفوظات میں ایک اہم ترین ''ملفوظ'' امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی کا ہے جس کو آپ کے خلف اصغر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری بریلوی علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا کے آخری سالوں کی چند نشستوں کے ملفوظ کو ''الملفوظ'' کے نام سے جمع کیا اور ۱۳۳۸ھ میں شائع بھی کیا۔ یہ ملفوظ 4 حصوں میں شائع ہوئے تھے اور اب مکمل ایک جلد میں شائع کیے جاتے ہیں۔ یہ ملفوظ صرف ساڑھے تین سال کے دوران جمع کیے گئے تھے۔ حال ہی میں اس کا انگریزی ترجمہ بھی ڈربن، ساؤتھ افریقہ سے شائع ہوا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ حضرت علامہ مولانا عبدالہادی قادری رضوی نوری صاحب نے کیا ہے۔

حضرت مفتی اعظم ہند اس ملفوظ کے دیباچے میں ملفوظات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اہل اللہ کی زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک اعلیٰ عظیم نعمت ہے۔ ان ہی نفوس طیبہ سے عقدہ مالا ینحل چٹکی بجاتے حل ہوتے ہیں۔ جنھیں کبھی بھی ناخنِ تدبیر نہ کھول سکے جس سے کیسا ہی مدبر ہو حیران رہ جائے، کچھ بول نہ سکے، جسے میزان عقل میں کوئی تول نہ سکے۔''

آگے چل کر مزید رقم طراز ہیں:

''اسی لیے اسلاف کرام رحمہم اللہ علیہ علیہم نے ایسے انفاس قدسیہ کے حالات مبارکہ و مکاتیب طیبہ و ملفوظات طاہرہ جمع فرمائے یا اس کا اذن دیا کہ ان کا نفع قیامت تک عام ہو جائے اور ہم ہی مستفید و محظوظ نہ ہوں، بلکہ ہماری نسلیں بھی فائدہ اٹھائیں۔''

مزید آگے چل کر امام احمد رضا کی نشستوں اور صحبت سے متعلق رقم طراز ہیں:

''اب اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کی بافیض صحبت میں رہنا زیادہ اختیار کیا جس کے بعد خیال ہوا کہ یہ جواہر عالیہ وزواہر غالیہ یوں ہی بکھرے رہے تو اس قدر مفید نہیں جتنا انھیں سلکِ تحریر میں نظم کر لینے کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں.....حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتا اٹھا اور ان جواہر نفیسہ کا ایک خوش نما ہار تیار کرنا شروع کیا..... میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ (عصر تا مغرب کی نشست) کے ملفوظات جمع کروں، مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اس عالی مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہوسکا میں نے کیا۔''

امام احمد رضا کے ملفوظات جمع کرتے ہوئے حضرت نے تاریخ کا اہتمام نہ فرمایا جس کے باعث ملفوظات میں تاریخ کا صحیح تعین نہیں کیا جاسکے گا کہ کون سی نشست کب ہوئی۔ ان ملفوظات میں صرف ایک ملفوظ جو ''مینار مصر'' سے متعلق ہے اس کو اس مقالے کی تحقیق کا بنیادی عنصر بنایا گیا ہے۔ پہلے ملاحظہ کیجیے ملفوظ۔

مؤلف (یعنی مفتی اعظم ہند) مصر کے میناروں کا تذکرہ ہوا، اس پر فرمایا:

ارشاد: ان کی تعمیر حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ ہزار (۱۴،۰۰۰) برس پہلے ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذابِ طوفان نازل ہوا پہلی رجب تھی، بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب العٰلمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو ۱۰ رجب کو تیرنے لگی۔ اس کشتی پر ۸۰ آدمی سوار تھے جس میں دو نبی تھے (حضرت آدم و حضرت نوح علیہم السلام)۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتیں بیٹھی تھیں۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا ۳۰ ہاتھ اونچا ہو گیا تھا۔ دسویں محرم کو چھ (٦) ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا ''سوق الثمانین'' نام رکھا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل ''موصل'' شہر (عراق) میں واقع ہے۔ اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و منارہ باقی رہ گئی تھیں، جنھیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان

(دوعمارتوں) کے اور عمارت نہ تھی۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے ان ہی عمارتوں کی نسبت منقول ہے۔

''بني الهرمان النسر في سرطان''

یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ''ستارہ نسر'' نے ''برج سرطان'' میں تحویل کی تھی، نسر دو ستارے ہیں: ''نسر واقع'' مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازے پر ایک گدھ (نما) کی تصویر ہے اور اس کے پنجے میں گنگچہ (گرگٹ، کنکھجورہ، بچھو) ہے جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسر واقع، برج سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی جس کے حساب سے (۱۲۶۴۰) بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑے آٹھ مہینے ہوتے ہیں۔

ستارہ (نسر واقع) (۶۴) چونسٹھ برس قمری (۷) مہینے، (۲۷) ستائیس دن میں ایک درجے طے کرتا ہے اور اب (ستارہ نسر واقع) برج جدی کے سولھویں (۱۶) درجے میں ہے تو جب سے چھ (۶) برج ساڑھے پندرہ درجے سے زائد طے کر گیا۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی (۵۷۵۰ سال) پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی (سیدنا آدم علیہ السلام) کی آفرینش کو (۷۰۰۰) سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے لاجرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے کہ پیدائش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے (۶۰۰۰۰) ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی ہے۔'' (ملفوظات مجدد ماۃ حاضرہ حصہ اول ص ۷۳۔۷۴، حامد اینڈ کمپنی لاہور)

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے مصر کی ان عمارتوں سے متعلق جن کو اہرامِ مصر کہا جاتا ہے اور جو چوکور مخروطی شکل کے ہوتے ہیں ان کی تعمیر سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے بھی پہلے کی بتائی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ان کی تعمیر انسانوں نے نہیں بلکہ حقیقتاً یہ قوم جن کی تعمیر کردہ عمارتیں ہیں، جن کو ملفوظ کے وقت ۱۲۶۴۰ قمری سال ہو چکے تھے۔ اب ملاحظہ کیجیے امام احمد رضا کی تحقیقات سے متعلق تفصیلات۔ مثلاً جن کی پیدائش، جنات کا تعمیری عمل، ستارہ نسر کی چال اور اس سے مصر کی عمارتوں کی تاریخ کا اندازہ وغیرہ وغیرہ۔

ا۔ جنات: قرآن کریم جنات کی پیدائش سے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (سورۃ الحجر، آیت نمبر ۲۷)

ترجمہ: اور جن کو اس سے (انسان) پہلے بنایا بے دھویں کی آگ سے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (سورۃ الرحمٰن، آیت نمبر ۱۵)

ترجمہ: اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لو سے (یعنی بے دھویں والے شعلے سے)

انسان کے ساتھ ساتھ جنوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لیے پیدا فرمایا:

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورۃ الذریٰت، آیت نمبر ۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

جنات اللہ کی انسان سے پہلے پیدا کی گئی مخلوق ہے جیسا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اللہ نے فرشتوں اور جنوں کے سردار شیطان (ابلیس) کو حکم دیا کہ جب اس پتلے میں روح ڈال دوں تو تم سب اس کو سجدہ (تعظیمی) کرنا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ط اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ط بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝

(سورۃ الکہف، آیت نمبر ۵۰)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ قوم جن سے تھا تو اب رب کے حکم سے نکل گیا۔ بھلا کیا اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہوئے اور وہ تمھارے دشمن ہیں ظالموں کو کیا ہی برا بدلا ملا۔

جنات آگ سے پیدا کیے گئے ہیں ان میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں، ان کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں اور ابلیس کو ''ابوالجن'' کہتے ہیں۔ یہ انسانوں کی طرح عمر ذی عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں۔ کھاتے پیتے، جیتے اور مرتے ہیں اولاد بھی ہوتی ہے۔ ان میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور ساتھ ہی کثیر مقدار کفار جن کی بھی ہے۔

جنات انبیا کے ماتحت ہوتے ہیں اور انبیا کے حکم پر وہ انسانوں جیسے کام بھی کرتے ہیں جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنات سے بیت المقدس کی تعمیر کروائی جس کے لیے قرآن شہادت دیتا ہے۔

یَعۡمَلُوۡنَ لَہٗ مَا یَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِیۡبَ وَ تَمَاثِیۡلَ وَجِفَانٍ کَالۡجَوَابِ وَقُدُوۡرٍ رّٰسِیٰتٍ

(سورہ سبا، آیت نمبر ۱۳)

ترجمہ: (جنات) اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل (اور عالی شان عمارتیں اور مسجدیں) اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن (اتنے بڑے کہ ایک لگن میں ہزار آدمی کھاتے) اور لنگر دار دیگیں (سیڑھیاں لگا کر جن پر چڑھا جاتا اور یہ یمن میں تھیں)۔

اس سے قبل سورہ سبا میں ملکہ بلقیس کا تخت اٹھالانے کے لیے جب سلیمان علیہ السلام نے قوم جن اور انس سے اس بات کا اظہار کیا تو ایک جن بولا:

ترجمہ: کہ میں وہ تخت حاضر کردوں گا اس کے قبل کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔ (سورہ نمل، آیت نمبر ۳۹)

امام احمد رضا کی علمی وسعت کا اندازہ لگائیے کہ آپ نے اپنی علمی وسعت اور مطالعے کی بنیاد پر کہا کہ وہ بلند عمارتیں حضرت انسان سے بننا بظاہر مشکل کام نظر آتا ہے مگر جنات کیونکہ زیادہ طاقت ور قوم ہے اور اس قوم نے بہت سے دنیا میں ایسے کام کیے ہیں ان میں سے ایک کام ان کی تعمیر اہرام مصر بھی ہے، کیونکہ قوم جن، انسان سے ۶۰۰۰۰ برس پہلے آباد ہو چکی تھی۔ صاحب روح البیان اپنی تفسیر میں سورہ الحجر کی آیت جو اوپر بیان کی گئی رقم طراز ہیں کہ جنات ۶۰۰۰۰ سال قبل دنیا میں آباد تھے۔ امام احمد رضا نے صاحب روح البیان کے قول کو منقول کیا کہ یہ قوم پہلے سے آباد تھی اور اہرام مصر کی تعمیر فرعونیوں کے زمانے کی نہیں، بلکہ آدم علیہ السلام سے بھی پونے چھ ہزار برس قبل کی تعمیر ہے۔

موجودہ تحقیق اہرام مصر سے متعلق ابھی تک شک و شبہے میں ہے کہ ان کی تعمیر کب ہوئی جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے۔

pyramids, in architecture, monumental structure having a rectangular, usually square, base and triangular sides meeting in a point. Pyramidal buildings are best known from ancient Egypt, where they were used primarily as royal tombs. The earliest true pyramid is the "northern stone pyramid" at Dashur, a few miles southe of sakhara. This is thought to have been built by king Snefru, the 1st king of the Dynasty (c.2600 B.C).

The webster family Encyclopedia v.15 192.

قاسم محمود صاحب اپنے مرتب اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں رقم طراز ہیں:

چوکور، مخروطی شکل کی عمارتیں دریائے نیل کی وادی میں پائی جاتی ہیں۔ ان عمارتوں میں فرعونیوں کی لاشیں (ممی) کی صورت میں رکھی ہوئی ہیں۔ ان عمارتوں کو ان بادشاہوں کے مقبروں کی جگہ ہی بنایا جاتا ہے۔ اس قسم کی عمارتوں کے نمونے مصر کے علاوہ سوڈان، ایتھوپیا، مغربی ایشیا، یونان، قبرص، اٹلی، ہندوستان، تھائی لینڈ، میکسکو وغیرہ میں بھی ملتے ہیں۔

(سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۲۶۲)

امام احمد رضا ان اہرام مصر کی تعمیر کو فرعونیوں یا اس سے قبل ہی نہیں، بلکہ انسانوں کی پیدائش سے بھی پہلے کی قرار دیتے ہیں، اگر اس سلسلے میں مزید دنیاوی علوم کے مطابق تحقیق کی جائے تو مجھے امید ہے کہ وہ ان تعمیر کو کم از کم آدم علیہ السلام سے ۶۰۰۰ سال قبل لے جائیں گے۔

احقر مسلمان اسکالرز سے امید رکھتا ہے کہ وہ اس تحقیق کی جستجو کو آگے بڑھائیں گے۔ احقر امام احمد رضا کی تحقیق کو آنکھ بند کر کے مان لینے کو تیار ہے۔ اس لیے کہ امام احمد رضا کوئی بات بغیر تحقیق کے نہیں لکھتے کہ وہ عبث ہو جائے گی اور امام احمد رضا کی انفرادیت یہ ہے کہ کبھی ان کو تحقیق واپس لینے کی ضرورت پیش نہ آئی کہ جس کو اللہ جل جلالہ اور اس کا رسول ﷺ علم بخشیں وہ کیونکر غلطی کر سکتا ہے۔

امام احمد رضا نے سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم کے قول ''بنی الهرمان النسر فی سرطان''

کو بنیادی بناتے ہوئے ستارہ نسر کی چال پر ان عمارتوں کی تاریخ ۱۲۶۴۰ مرتب فرمائی ہے۔ آیئے اس بات کی تحقیق کو سمجھتے ہیں کہ کس طرح امام احمد رضا نے یہ تاریخ مرتب فرمائی ہے۔

ستارہ نسر عربی لفظ ہے اور اسم مذکر ہے اور عموماً اس کی شکل گدھ نما پرندے جیسی ہوتی ہے۔ ستارہ نسر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک کو ''نسر واقع'' اور دوسرے کو ''نسر طائر'' کہتے ہیں۔

نسر طائر: ایک ستاروں کے گچھے کا نام جس کی شکل ایک پر پھیلائے ہوئے اوپر کی طرف اڑنے والے گدھ سے مشابہ ہے۔ یہ ستارہ منطقۃ البروج سے جانب شمال ہے۔

نسر واقع: اس ستارے کی صورت دو اور ستاروں کے مل جانے سے جو اس کے دونوں پہلوؤں میں ہیں ایسی ہوگئی ہے جیسے گدھ کند سے جڑے ہوئے اوپر سے نیچے کی طرف آ رہا ہے یہ ستارہ قطب جنوب کی طرف ہے۔

منطق البرج: عربی لفظ اسم مذکر ہے۔ یہ وہ بڑا دائرہ ہے جس پر آسمانی ۱۲ برج واقع ہیں۔

برج: کسی بھی سیارے کا گھر یا مقام یا منزل

برج کی تعداد: یہ ۱۲ ہوتے ہیں اور ان کی ترتیب مندرجہ ذیل ہوتی ہے۔

حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت۔

(مولوی سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ مطبوعہ اردو سائنس بورڈ)

قرآن کریم میں ان برجوں سے متعلق نشاندہی کئی مقام پر ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ (سورۃ الحجر، آیت نمبر ۱۶)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے آسمان میں برج بنائے (جو کواکب سیارہ کے منازل ہیں) اور دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے: تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا۔ (سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۶۱)

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے بروج سے یہاں کواکب سبعہ سیارہ کے منازل مراد ہیں جن کی تعداد ۱۲ ہے۔ (حاشیہ خزائن العرفان)

امام احمد رضا کواکب سبعہ کی حرکت سے متعلق اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر رقم طراز ہیں:

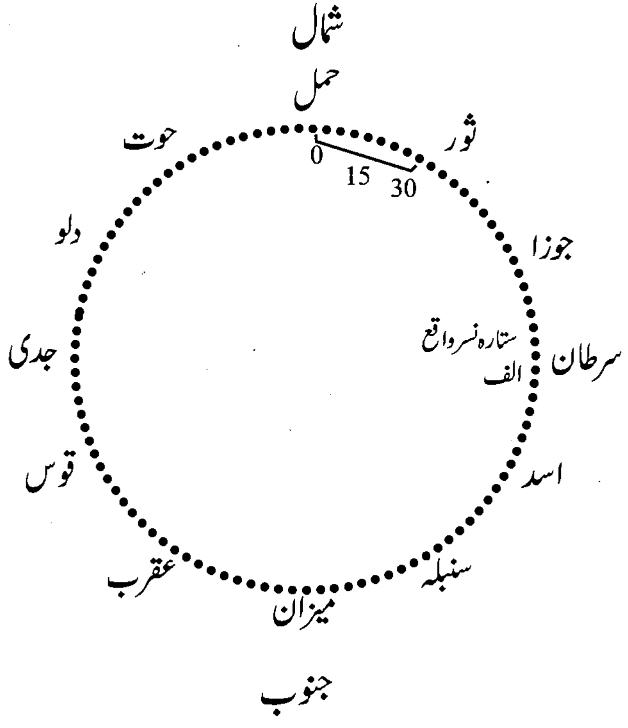
''ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبیعہ ہے (کہ فطرتاً گھوم رہا ہے) اور نہ تبعیہ ہے کہ کسی کی پیروی میں گھوم رہا ہو، بلکہ خود کواکب بامرِ الٰہی وتحریک ملائکہ آسمانوں میں دریا میں مچھلی کی طرح تیرتے ہیں۔

آگے چل کر رقم طراز ہیں: ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے، نہ آسمان کما قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَ لَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ۔ (سورۃ الفاطر، آیت نمبر ۴۱)

ترجمہ: بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمینوں کہ ہٹ نہ جائیں اور جو وہ ہٹ جائیں تو خدا کے سوا انھیں کون روکے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۳۰ ص ۱۱۳۔۱۱۴)

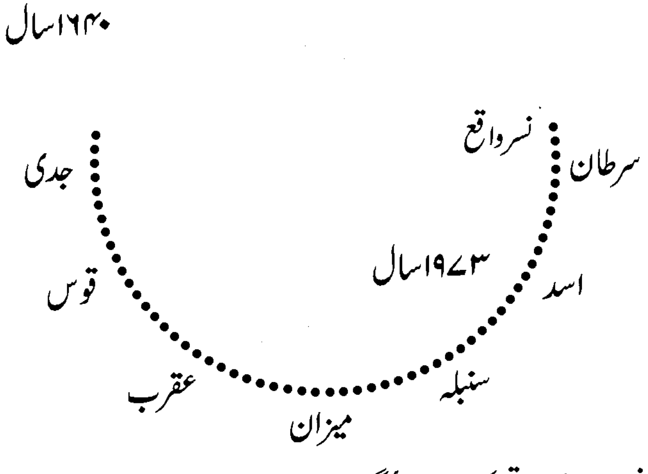
اب ملاحظہ کیجیے بروج کی ترتیب اور منازل (شکل نمبر ۱)



اس شکل میں الف وہ مقام ہے جہاں نسر واقع اس وقت تھا جب وہ عمارتیں بنائی گئیں پھر اس کی منزلیں شروع ہو جاتی ہے چھٹی منزل اس کی جدی ہے اور اس کے بعد ب والا نشان نسر واقع کی اس جگہ نشان دہی کر رہا ہے۔ جس وقت امام احمد رضا نے تذکرہ کرتے ہوئے غالباً ۱۳۳۵۔۱۳۳۸ھ کے درمیان نسر واقع کی جگہ بتائی تھی۔ اس وقت تک نسر واقع ۶ بروج کے ساتھ ساتھ اگلے بروج یعنی جدی کے بعد ساڑھے ۱۵ درجے اور آگے جا چکا تھا۔ اس وقت کا تعین امام احمد رضا کا ۱۲۶۴۰ قمری برس تھا ملاحظہ کیجیے اس کی تفصیل:

ایک برج سے دوسرے برج کے درمیان ۳۰ درجے ہیں۔

ستارہ نسر واقع کی چال ایک درجے سے دوسرے درج میں یعنی فی درجہ ۶۴ سال ۷ مہینے اور ۲۷ دن ہیں۔ (شکل نمبر ۲)



شکل نمبر ۲ میں نسر واقع کی چال بتائی گئی ہے کہ ایک درجے سے دوسرے درجے میں اور پھر ایک بروج سے دوسرے بروج میں امام احمد رضا نے لگ بھگ ۱۳۳۵ھ میں نسر واقع کی مکمل چال تعمیر کے بعد سے لے کر جو بتائی وہ ۶ برج (سرطان سے شروع ہو کر اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس اور جدی) اور اس کے بعد ساڑھے پندرہ درجے ہے۔ اس منزل تک ۱۲۶۴۰ سال اور ساڑھے آٹھ مہینے بنتے ہیں۔

ایک برج سے دوسرے برج میں پہنچنے کے لیے لگ بھگ ۱۹۳۷ برس لگتے ہیں۔

ایک درجے سے دوسرے درجے کے لیے رفتار ۶۴ سال ۷ مہینے ۲۷ دن
اس کو ۳۰ سے ضرب دیں ۳۰x۲۷ (دن) ۷x۶۴ (مہینے) ۳۰x۶۴ (سال)
لٰہذا ایک برج سے دوسرے برج کے لیے مندرجہ ذیل وقت سامنے آتا ہے۔ نسر کی رفتار برج سے برج کی طرف ۳ دن ۸ مہینے ۱۹۳۷ سال۔
۶ برج کا وقت نکالنے کے لیے اس کو مزید ۶ سے ضرب دیں گے۔

۲۷ دن	۷ مہینے	۶۴ سال
(۳۰x۶)x۲۷	(۳۰x۶)x۲۷	۳۰x۶)x۶۴
۱۸۰x۲۷	۱۸۰x۲۷	۱۸۰x۶۴
۴۸۶۰	۱۲۶۰	۱۱۵۲۰

اب دنوں کے مہینے اور پھر مہینوں کے سال بنانے کے بعد وقت آئے وادہ یہ ہوگا۔

۴۸۶۰/۳۰	۱۲۶۰	۱۱۵۲۰
۱۶۲	۱۲۶۰	۱۱۵۲۰
-	۱۲۶۰+۱۶۲	۱۱۵۲۰
-	۱۱۸۵	۱۱۵۲۰
-	۵	۱۱۶۳۸

اب ساڑھے پندرہ درجے کے لیے ایک درجے کی رفتار سے ضرب دے کر جو حاصل ہوگا وہ ملاحظہ کیجیے۔

۲۷ دن	۷ مہینے	۶۴ سال
(۲۷x۱۵۵)	(۷x۱۵۵)	(۶۴x۱۵۵)
۴۱۸۵	۱۰۸۵	۹۹۲
-	۱۰۸۵+۱۴	۹۹۲
-	۱۲۲۵	۹۹۲
-	۱۰۵	۹۹۲+۱۰

۱۰۰۲	۱۰۵	-

کل میزان ۱۲۶۴۰=۱۰۰۲+۱۱۶۳۸ (سال)

امام احمد رضا نے اگر یہ حساب ۱۳۳۵ھ میں لگایا تھا تو اس وقت یہ قمری اعتبار سے ۱۲۶۴۰ سال بنے تھے اور اگر اس میں ۹۳ قمری سال اور جوڑ دیے جائیں ۲۰۰۷ء کے اعتبار سے ان عمارتوں کو بنے ہوئے ۱۲۷۳۳=(۹۳+۱۲۶۴۰) سال ہو چکے ہیں ان قمری سالوں کو عیسوی سالوں میں بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔اس کے لیے ۱۲۶۴۰ قمری سالوں کو ۱۱ سے تقسیم کر دیں کیونکہ قمری اور عیسوی سال میں لگ بھگ ۱۱ دن کا فرق رہتا ہے۔

۱۲۶۴۰/۱۱=۱۱۴۹

اب ۱۱۴۹ سالوں کو قمری سے کم کر دیں:

۱۲۶۴۰-۱۱۴۹=۱۱۴۹۱

اب ۱۱۴۹۱ میں سے ۲۰۰۷ء کم کر دیں تو عیسوی اعتبار سے مندرجہ ذیل سال بنیں گے۔

۱۱۴۹۱-۲۰۰۷=۹۴۸۴

لہٰذا امام احمد رضا نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش ۷۰۰۰ برس قبل بتائی ہے اور جنات سیدنا آدم علیہ السلام سے بھی ۶۰۰۰۰ سال قبل دنیا میں آباد تھے۔ یہ دونوں باتیں بھی قابلِ تحقیق ہیں۔اگر احقر کو موقعہ ملا اور تحقیقی مواد حاصل ہو گیا تو ثابت کرے گا کہ امام احمد رضا کے یہ دونوں حساب بھی بالکل درست ہیں۔

قارئین کرام ایک بات آپ محسوس کر رہے ہوں گے کہ امام احمد رضا جس وقت ان ملفوظات کو بیان کر رہے تھے ان کے سامنے کوئی Data نہیں تھا کہ وہ اس کو دیکھ کر بتا رہے ہوں۔ یہ اللہ کا ان پر کرم خاص تھا کہ ہر چیز ان کو زبانی ازبر تھی اور بڑے سے بڑے سوالوں کو وہ اس طرح فی البدیہہ حل کر دیا تھے، یہاں بھی انھوں نے ۱۲۶۴۰ سال آٹھ مہینے جو تاریخ بیان کی وہ زبانی بیان کی ہے۔امام احمد رضا کے علم کو دیکھ کر اس بات کا پختہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ جسے چاہے علم لدنی عطا فرمادے۔

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا کا نظریہ مدوجزر

اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ط ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط (سورۃ النور، آیت ۴۰)

ترجمہ: یا جیسے اندھیریاں کسی کنڈے (گہرائی) کے درمیان میں اس کے اوپر موج، موج کے اوپر موج، اس کے اوپر بادل (تہہ بہ تہہ) اندھیریں ہیں ایک پر ایک۔

Or like darkness on the unfathomed sea:one wave covers up another wave, over which there[hang] coluds; layers of darkness,one above the other.

[The Qur'an,Chapter:24,The Light, Verses: 40]

قرآن کریم میں سورۂ نور کے علاوہ بھی کئی سورتوں اور آیات میں سمندروں میں اٹھنے والی موجوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر حکم الٰہی کوئی شے اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتی چہ جائیکہ سمندروں میں لہر پر لہر کا اٹھنا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لیے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے حکم سے پوری کائنات کے سسٹم کو انجام دے رہے ہیں۔ حضرتِ انسان کو کائنات کے اسی سسٹم کو سمجھنے کی دعوت دی گئی ہے اور ان لوگوں کو عقلمند قرار دیا ہے جو اس کائنات کے معاملات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ کائنات کے مختلف سسٹم کا ذکر کرنے کے بعد خداوند کریم سوچ و بچار کرنے والوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۶۴)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ

دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے چلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور بادلوں کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے۔ ان سب میں عقلمندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔

ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کے چند بندے اس کی بنائی ہوئی کائنات اور اس کے سسٹم پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کوئی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اور کوئی سسٹم بغیر وجہ کے نہیں بنایا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(آلِ عمران، آیت ۱۹۱)

ترجمہ: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں۔ اے رب ہمارے! تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)

امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اللہ تعالیٰ کے ان ہی بندوں میں سے ایک بندۂ بشر ہیں جنھوں نے شریعتِ محمدی ﷺ پر مکمل چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں پر خوب غور و فکر کیا جس کی قرآن کریم میں دعوتِ فکر دی گئی ہے۔ امام احمد رضا نے ہمیشہ کائنات کے کسی بھی سسٹم کو سمجھنے کے لیے قرآن و حدیث کے اصولوں سے روشنی حاصل کی ہے اور سائنس کے ان اصولوں کا ہمیشہ رد کیا ہے جو آیاتِ ربانی یا احادیثِ نبوی کے منفی ہوتے ہیں۔ امام احمد رضا ایک مسلم سائنس دان کی نمائندگی کرتے ہیں جس طرح ان سے پچھلے مسلم سائنس دانوں نے قرآن و حدیث کے اصولوں کی روشنی میں کائنات کے مختلف پہلوؤں پر اپنی سوچ اور فکر کا اظہار کیا مگر افسوس دورِ حاضر کے مسلمان اور بالخصوص مسلمان سائنس دان اپنی ان بنیادی علمی کتب (یعنی قرآن و حدیث) سے افادہ نہیں کرتے۔ صرف اور صرف مغربی سائنسی اصولوں کو ہی اہمیت دیتے ہیں اور ان کے ہی اصولوں کے مطابق اپنے تحقیقی کاموں کو آگے بڑھاتے ہیں۔ کاش ان دونوں بنیادی کتابوں سے

بھی استفادہ کرتے تو شاید آج ساری سائنس قرآن وحدیث کے اصولوں سے منور ہوتی اور یوں اللہ اور اس کے رسول کے ناموں کی اور بلندی ہوتی۔

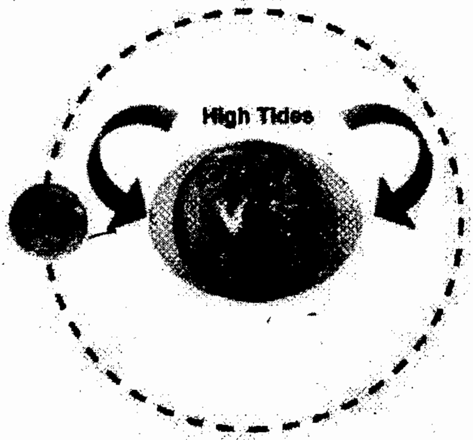
مقالہ ہٰذا کا تعلق سمندروں میں اٹھنے والی ان موجوں سے ہے جن کو علم البحر (Oceanography) کی اصطلاح میں ''مدوجزر'' [high tides/low tides] کہتے ہیں۔ اس کو ہندی زبان میں ''جوار بھاٹا'' بھی کہا جاتا ہے۔ سمندروں میں ''مدوجزر'' کئی وجوہات کے باعث وجود میں آتا ہے۔ یعنی ''مدوجزر'' کئی وجوہات کے باعث سمندروں میں پیدا ہوتا ہے اور ہر وجہ کے باعث اس کو الگ نام دیا جاتا ہے۔ مثلاً جب ہواؤں کا شدید طوفان سمندر سے گزرتا ہے تو یہ طوفان بھی بہت بلند موجیں پیدا کرتا ہے اور یہ موجیں بلند ہونے کے ساتھ ساتھ بہت تیز رفتار بھی ہوتی ہیں۔ ان کو طوفانی لہروں کا نام دیا جاتا ہے۔

اسی طرح جب سمندر کی چٹانوں میں زلزلہ آتا ہے تو اس زلزلے سے پیدا ہونے والی آواز کی لہریں (Sound Waves) پانی کے اندر پہنچ کر سمندر کے پانی میں لہروں کو جنم دیتی ہیں اور یہ لہریں اپنے مقامِ زلزلہ سے لے کر چاروں طرف سمندر کے اندر پھیل جاتی ہیں اور تیز رفتاری کے ساتھ ساحلوں تک پہنچتی ہیں جن کی تیز رفتاری کے باعث ساحلوں پر زبردست طوفانی موجیں نقصان پہنچاتی ہیں۔ یہ لہریں سونامی (Tsunami) کہلاتی ہیں۔ یہ دونوں اقسام کی موجیں یا لہریں وقتی ہوتی ہیں اور کچھ دیر کے بعد سمندر پھر اپنی اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ سمندر کے ساحلوں پر لہریں جو ہمہ وقت پیدا ہوتی ہیں اور ساحل پر آکر ختم ہو جاتی ہیں اور یہ سمندروں کی سطح پر دوڑتی ہوئی نظر آتی ہیں جب کہ باعث سمندر کا پانی آگے پیچھے ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ سمندری موجیں یہ لہریں یا Tidal waves کہلاتی ہیں۔

سمندروں میں پیدا ہونے والی لہریں جو ۲۴ گھنٹوں میں دو دفعہ بلند اور دو دفعہ نیچے ہو جاتی ہیں اور بظاہر چاند کے بڑھنے اور گھٹنے سے ان کی بلندی کم، زیادہ دکھائی دیتی ہے، ان لہروں کو ''مدوجزر'' کہا جاتا ہے۔

شکل نمبر ۱ :

Images of articles

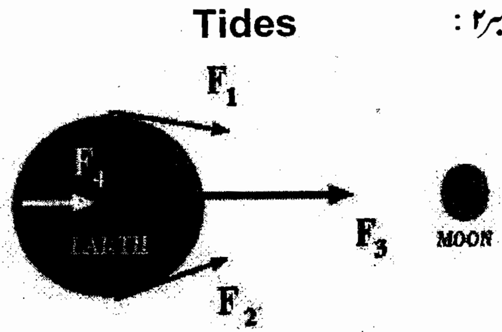


سائنس کی دنیا میں لہروں کا یہ خاص چڑھاؤ کا تعلق چاند اور سورج کی کششِ ثقل (Gravitational Force) سے جوڑا جاتا ہے۔اس نسبت سے صرف چاند اور سورج کی کشش کے باعث بیچ سمندروں کے پانی کا اتار چڑھاؤ ''مد'' کہلاتا ہے۔شکل نمبر۲ ملاحظہ کیجیے۔اس کی لغت میں تعریف ملاحظہ کریں:

مد:عربی اسم مؤنث اور چاند کی کشش سے سمندر کے پانی کا چڑھاؤ کہلاتا ہے۔

(فیروز اللغات۔اردو)

شکل نمبر۲ :



انسائیکلوپیڈیا میں اس کی تعریف مندرجہ ذیل کی گئی ہے:

"Term commonly applied to the rise and fall of the Ocean level twice at any place.

[The Webster Family Encyclopedia,V.18 p.115]

مندرجہ بالا دونوں تعریفوں سے جو کلیہ بظاہر سمجھ آ رہا ہے وہ یہ کہ ''مد وجزر'' کا تعلق چاند اور سورج کی کششِ ثقل کے باعث ہے اور یہ ساحلوں سے دور سمندروں میں اٹھتی ہیں۔ سمندر کے علاوہ جھیلوں، دریاؤں اور کسی بھی کھڑے پانی میں نہیں اٹھتی ہیں اور دن میں دو دفعہ ان کا اتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں سائنسی اصول کی بنیاد پر بتائی گئی ہیں۔ یہ بات بھی درست ہے کہ سائنسی اصول بھی طویل جدوجہد اور تحقیق کے بعد کسی قانون کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام سائنسی اصول قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہیں۔ جہاں جہاں مطابقت ہے وہاں ہم سائنس کی سوچ کو یا قانون کو درست مانتے ہیں اور جہاں سائنس کے اصول قرآن وحدیث کے مخالف ہوں، ایک مسلمان کے لیے ان کو ماننا مناسب نہیں۔ یہی اصول امام احمد رضا خاں محدثِ بریلوی نے اپنایا۔ چنانچہ ایک مقام پر اس بات کا تعین کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دوراز کار کر کے سائنس کے مطابق کرلیا جائے یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل (اصول وقوانین) سے اس کے خلاف ہے، سب میں مسئلہ اسلامی (قرآن وحدیث کے اصول کے مطابق) کو روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس (جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں) کو مردود پامال (یعنی ان کا رد کیا کیا جائے) کر دیا جائے۔ جابجا سائنس ہی کے اصول کے اقوال سے اسلامی مسئلے کا اثبات کیا جائے۔ سائنس کا ابطال (رد) واسکات ہو۔''

(فتاویٰ رضویہ، رسالہ ''نزولِ آیاتِ فرقان، بسکونِ زمین وآسمان'' جلد:۹، ص:۱۹۰، مطبوعہ کراچی)

امام احمد رضا شریعتِ محمدی ﷺ کے انتہائی مستند عالم وفقیہ ہیں اور ملتِ اسلامیہ نے آپ کو چودھویں صدی ہجری کا ''عظیم مجدد'' بھی قرار دیا ہے۔ آپ دنیاوی علوم کے بھی عظیم اسکالر

ہیں کہ دنیاوی علوم کے ماہرین نے آپ کو نوبل پرائز کا اول حقدار قرار دیا۔ (ڈاکٹر سر ضیا الدین، وائس چانسلر، علی گڑھ یونیورسٹی) اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ امام احمد رضا بلاشبہ ہر دنیاوی علم کے ماہر تھے۔ چنانچہ آج راقم ان کو علم البحر کے ماہر کی حیثیت سے روشناس کروا رہا ہے اور یہ مقالہ امام احمد رضا کو نہ صرف ایک ماہر **Oceanographer** ثابت کرے گا بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان کو ایک **''عظیم سائنس دان''** بھی ثابت کرے گا۔

امام احمد رضا نے ایک رسالہ بعنوان ''فوزِ مبین در ردِ حرکت زمین'' (۱۳۳۸ھ) تحریر کیا تھا جس میں ۱۱۵ دلائل سے یہ ثابت کیا کہ زمین ساکن ہے اور سورج سمیت تمام سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔

اگرچہ یہ دورِ حاضر کے مسلمان سائنس دانوں کے لیے اچنبھا ہے لیکن اگر امام احمد رضا کے دلائل کو بغور سمجھ کر زمین کی سکونت یا سورج کی گردش کو بغور مطالعہ کیا جائے تو بہت ممکن ہے کہ امام احمد رضا کا مؤقف صحیح ثابت ہو۔ اسی کتاب (فوزِ مبین در ردِ حرکت زمین) میں ایک ذیلی بحث ''مدّ و جزر'' کی بھی ہے جو صفحہ ۴۹ تا ۵۸ پھیلی ہوئی ہے اس بحث میں امام احمد رضا نہ صرف ایک ماہر ''علم البحر'' نظر آتے ہیں بلکہ ساتھ ہی ماہر علم ہیئت بھی کہ آج سے ۹۰ برس قبل امام احمد رضا علم البحر کے حوالے سے مندرجہ ذیل باتیں جانتے تھے۔ اگرچہ آپ بنیادی طور پر ایک عالم دین تھے مگر دنیاوی علوم و فنون پر بھی بھرپور دسترس رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ:

۱۔ سمندروں کے نیچے آگ سلگ رہی ہے۔
۲۔ سمندروں کی گہرائی ۵۔۶ میل ہے۔
۳۔ چند سو فٹ کی گہرائی کے بعد سمندر کا پانی ٹھہرا ہوا ہے۔
۴۔ مدّ و جزر کا اثر صرف اوپری سطح پر موجود پانی پر ہوتا ہے۔
۵۔ چاند کا زمین سے یا سورج کا چاند سے فاصلہ کتنا ہے۔
۶۔ چاند، سورج اور زمین کا ایک دوسرے کی نسبت حجم کی مناسبت کیا ہے۔
۷۔ سمندروں میں کب اور کہاں آتشی مادے ابلتے ہیں۔

۸۔تین بڑے سمندروں کے علاوہ بقیہ سمندروں اور دیگر پانیوں میں مدّ و جزر کیوں نہیں پیدا ہوتا۔
۹۔مدّ و جزر کی زیادہ سے زیادہ بلند موج کن سمندروں میں ہوتی ہے۔
۱۰۔مدّ و جزر کا تعلق قطعاً چانداور سورج کی کشش کے باعث نہیں ہے۔
۱۱۔اول مدّ و جزر اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔
۱۲۔دوم مدّ و جزر سمندر کی گہرائی میں موجود آتشی مادے کی حرارت کی منتقلی کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔

اس سے قبل کہ امام احمد رضا کے دلائل کو پیش کروں،ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے قارئین کرام کو دورِ حاضر کے سائنسی اصولوں سے آگاہ کروں کہ مدّ و جزر کو سائنس کس تناظر میں دیکھتی ہے۔اس کے بعد ان سائنسی اصولوں کی خامیوں کی نشاندہی امام احمد رضا کے دلائل کی روشنی میں پیش کروں گا۔ملاحظہ کیجیے ایک بھرپور نظریہ مدّ و جزر انسائیکلوپیڈیا کے حوالے سے:

"The part of the ocean that is nearer the moon is attracted more strongly then is the solid earth and the solid earth is attracted more than the part of the ocean that is turned away from the moon. Therefore,bulges in two high tides on opposite side of the earth"

[The Webster Family Encyclopeda, Vol.18,p.114]

مفہوم یہ ہے کہ جو سمندر کا حصہ چاند کی طرف رخ کرتا ہے اس کو چاند زیادہ قوت سے اپنی طرف کھینچتا ہے بہ نسبت زمین کے اور دوسری جانب سمندر کے نیچے کی زمین کو چاند زیادہ کھینچتا ہے۔بہ نسبت اس کے پانی کے اس لیے دو ابھار پانی کے [مدّ] ہوتے ہیں۔

علمِ طبیعیات (Physics) کے اعتبار سے مدّ (Lunar Tide) کی تعریف ملاحظہ کریں:

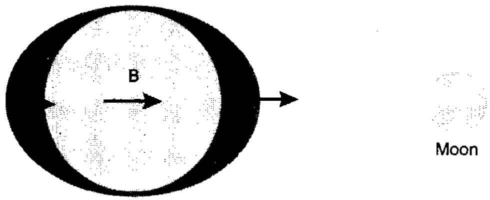
The word "Tides" is a gencric term used to define the alternating rise and fall in sealevel with respect to the land [of the earth],produced by the gravitational attraaction of the moon and the sun.

The "tide generating" force is the difference between these two forces. On the surface if the Earth

nearest moon,gravity is greater than the rotational force,and so there is a net force towards the moon causing a bulge towards the moon. On the opposite side of the earth, gravity is rotational force is dominant. Hence, there is a net force away from the moon.It is this that creates the second bulg away from the moon.

[reference:moontide.com]

شکل نمبر۳ :



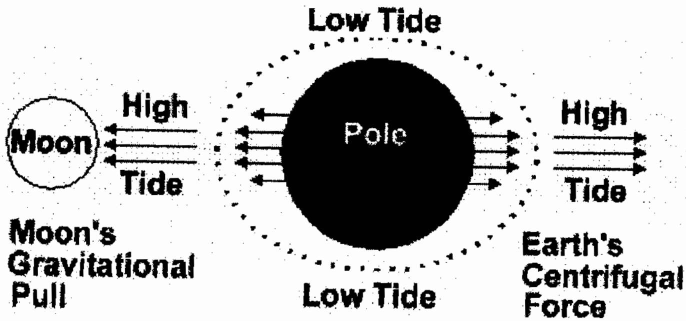
مفہوم: سمندروں میں پانی کا اتار چڑھاؤ چاند اور سورج کی قوت کششِ ثقل کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ تصویر میں دائیں جانب حصہ (a) کی طرف اس عمل کو دکھا گیا ہے کہ چاند زمین کے پانی کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور زمین کی قوتِ کشش پانی کو اپنی طرف نہیں کھینچ پاتی یا زمین کی قوتِ کشش پانی کو اپنی طرف کھینچنے سے قاصر رہتی ہے اس لیے پانی میں ابھار مدّ پیدا ہوتا ہے۔ اسی وقت میں دوسری طرف (b) چاند کی کشش پانی کو نہیں کھینچ پاتی ہے اور چونکہ زمین گھوم رہی ہے اس لیے دوسری طرف کا پانی (centrifugal force) کے باعث زمین سے باہر بھاگتا ہے جس کے باعث اسی وقت میں دوسری طرف بھی ابھار (مدّ) پیدا ہو رہا ہے۔

ایک اور تعریف ملاحظہ کیجیے

Tide is the verticle movement of water and only goes up and down. Current is horizontal and sideways flow of water. A tide is the rise and fall of water caused by gravitational forces of the moon and sun on the ocean of the earth.

پانی کامدّ دراصل پانی کا بلند ہونا ہے چنانچہ مدّ کے وقت پانی بلندی پر جاتا ہے، پھر گر جاتا ہے جب کہ (Current Waves) موج میں پانی سطحِ سمندر پر دوڑتا ہے۔ مدّ کا تعلق چاند اور سورج کی قوتِ کشش سے ہوتا ہے جس کے باعث وہ پانی اٹھتا اور بیٹھتا ہے۔
ملاحظہ کیجیے نیچے دی گئی تصویر میں کہ کس طرح مدّ (Tide) پیدا ہوتا ہے۔

شکل نمبر ۴ :



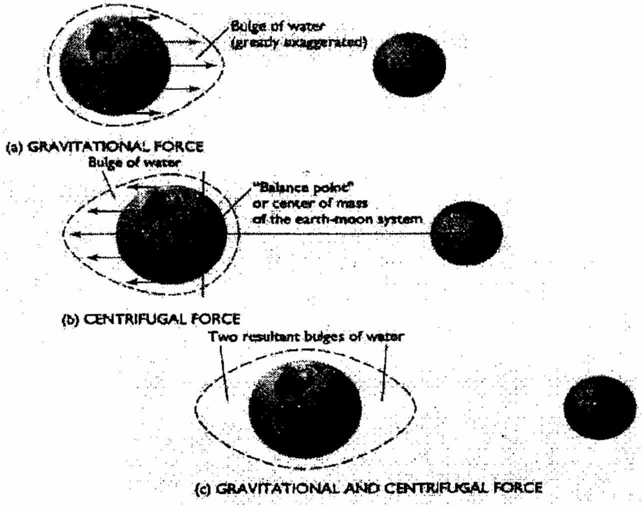
The gravity pull of the moon tugs on the surface of the ocean until its surface mounds up and outward in the direction of moon. When the mound of water has reached its highest point, it is called "High Tide". On the opposite side of the earth from the moon, the centrifugal force caused by the Earth's rotation produces anogher mound of water and "High tide".Between these two high tides ard two flat areas on the surface of the ocean(at polesides) which are the "Low Tides".

[reference:http://csep10.phys.utk.edu/]

چاند کی قوتِ کشش سمندر کی سطح پر اثر ڈالتی ہے جس کے باعث سمندر کا پانی اوپر اٹھتا ہے یا چاند کی طرف بڑھتا ہے جیسا کہ تصویر نمبر ۴ میں چاند کے رخ کی طرف کا حصہ نظر آ رہا ہے اور جب یہ پانی کا ابھار اپنے انتہا کو پہنچتا ہے تو اس کو **High tide** کہا جاتا ہے۔ تصویر نمبر ۴ کے دائیں طرف کے رخ کو دیکھیں جس طرف چاند نہیں ہے اور چاند کی قوتِ کشش اس طرف سمندر کے پانی کو کھینچنے سے قاصر رہتی ہے [کیونکہ بیچ میں زمین کی قوتِ کشش ہے] اور دوسری طرف

کیونکہ زمین گھوم رہی ہے جس کے باعث ایک قوت (Centrifugal force) مرکز سے باہر کی طرف پھینکنے کی پیدا ہوتی ہے اس لیے زمین اس طرف پانی کو باہر کی طرف پھینکتی ہے اور اس طرف کا پانی بھی اسی وقت اٹھتا ہے جس وقت چاند کی کشش کے باعث بائیں طرف کا اٹھ رہا تھا، لہٰذا اس طرف بھی اتنی بڑی یا اونچی Tide پیدا ہوتی ہے۔

شکل نمبر ۵ :



تصویر نمبر ۵ میں دائیں بائیں تو High tide دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی وقت دونوں قطبین کی طرف پانی کی سطح گرتی ہے جس کے باعث وہاں Low tides پیدا ہوتی ہیں۔

Due to the cyclic rotation of the earth and moon,the tidal cycle is 24 hourse & 52 minutes long. During thes time,any point on the earth's surface experiences two high tides and two low tides.

چاند، زمین اور سورج کی گردش کا دورانیہ کیونکہ برابر نہیں اس لیے مدّ ہر ۲۵ گھنٹے کے بعد دو High tides اور دو Low tides بناتے ہیں یا پھر ۱۲ گھنٹے اور ۲۵ منٹ کے بعد سمندر پر High اور Low tides بنتی ہیں۔ چاند کی قوتِ کشش زمین کے پانی پر کیونکر اپنا اثر زیادہ ہوتی ہے باوجود کہ سورج کی قوتِ کششِ ثقل چاند کی قوتِ کشش ثقل سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کا جواب علمِ طبیعیات کی زبان میں ملاحظہ کیجیے:

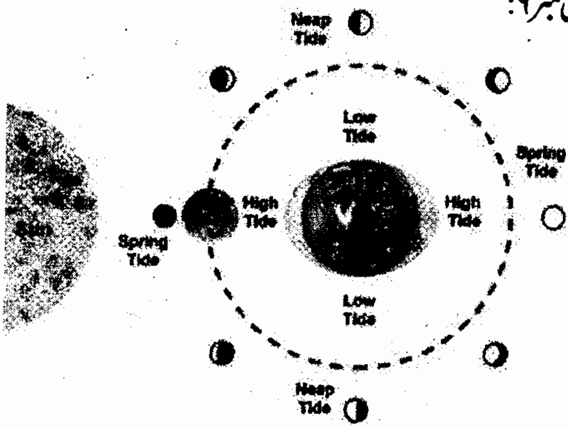
The moon, which is approximately 240,000 miles [386,240 Km] from the earth,exert a greatcr influence on the tides then does the sun, which sits 93 million miles [150 million km.] from the earth. The strength of the sun's gravity is 179 times that of the moon's but the moon is responsible for 56% of the Earth's tidal energy which the sun claims responsibility for a more 44%[due to the moon's proximity but the sun's much longer size].

چاند زمین سے 240,000 میل دور ہے جب کہ سورج زمین سے ۹۳ ملین میل دور۔ اسی طرح سورج کی قوتِ کششِ ثقل چاند کی قوتِ کششِ ثقل سے ۱۷۹ گنا زیادہ ہے مگر علمِ طبیعیات کے اعتبار سے چاند کی قوتِ کشش زمین کے پانی پر زیادہ اثر ڈالتی ہے۔

When the sun, moon and the earth are lines up, the sun and moon are exerting their strongest force together and tidal ranges ard at their mass maximum. This is known as spring tides. This occur twice each month, when the moon is full and new. at the first quater and third quarter moon, the moon and sun are at 45 angle to each other and their gravitational energy is diminished. The low tide called neap tides and formed.

[Reference: home.hiwaay.net/Krcool/]

شکل نمبر۶:



دورانِ گردش ایسا بھی ہوتا ہے کہ چاند، سورج اور زمین ایک لائن میں ہوتے ہیں یا سورج زمین کے ایک طرف اور چاند دوسری طرف۔ اس دوران سب سے بلند Tide پیدا ہوتی ہیں جن کو Spring Tide کہا جاتا ہے اور جب چاند اور سورج ۴۵ کا زاویہ بنائیں جس طرح تصویر نمبر۶ میں دیکھا جاسکتا ہے تو اس وقت زمین کی قوت کم ہوتی ہے اور چاند کی قوت زیادہ۔ اس لیے چاند کی طرف سمندر زیادہ بلند مدّ بناتا ہے اور سورج کی طرف یہ مدّ کم ہوتا ہے۔ اس صورتحال کو Neaptide کہا جاتا ہے۔

علمِ طبعیات کی روشنی میں مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

☆ چاند اور سورج کی قوتِ کشش ثقل زمین پر موجود صرف پانی پر اپنا اثر ڈالتی ہیں اور اس اثر کے باعث (Bulge) پانی میں بلندی پیدا ہوتی ہے جس کو Tide یا مدّ کہا جاتا ہے۔

☆ چاند کی کششِ ثقل کا اثر سورج کی کششِ ثقل سے زیادہ ہے اگرچہ سورج کا حجم بھی زیادہ ہے اور اس کی gravity بھی بہت زیادہ ہے مگر چاند چونکہ قریب ہے اس لیے اس کی کشش زیادہ پائی جاتی ہے۔

☆ اصولی طور پر جب زمین مستقل گردش کر رہی ہے تو اس کی spin کے باعث Centrifugal force چاروں طرف از خود برابر ہونا چاہیے اور اس قوت کے باعث سمندر کا پانی چاروں طرف یکساں اٹھنا چاہیے یعنی پوری زمین پر اس کے چاروں طرف ہمہ وقت ایک مستقل ابھار مدّ ہونا چاہیے جس طرح کوئی بالٹی میں پانی بھر کر گھماتا ہے تو پانی باہر کی طرف اٹھتا ہے اس لیے سائنسی قانون کے تحت یہ Bulging مستقل ہونا چاہیے اور چاروں طرف برابر بھی اگر چاند پانی کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے تو چاند کے رخ پر Bulge یا مدّ زیادہ ہوسکتا ہے مگر سائنسی اعتبار سے دونوں جانب مدّ برابر ہوتا ہے اور ہر ۱۲ گھنٹے کے بعد۔

اسی طرح جب سورج اور چاند ایک طرف ہوجائیں تو اب اس طرف سمندر کے پانی کو تین قوتیں ملیں گی جب کہ دوسری جانب صرف ایک قوت ہوگی۔ اس لحاظ سے اب ان دونوں میں Bulge (ابھار) کا فرق ۳ گنا ہونا چاہیے مگر ایسا نہیں ہوتا۔

☆ چاند کی گردش ۲۴ گھنٹے جاری ہے اور سائنس کے اعتبار سے زمین کی گردش بھی۔ اس لحاظ سے زمین کی Centrifugal force چاروں طرف برابر ہونا چاہیے اور قطبین پر بھی اسی Centrifugal force کے باعث برابر کا bulge یا مدّ بننا چاہیے مگر تعجب کہ قطبین پر کم اور قطر کے دونوں طرف بڑا مدّ پیدا ہوتا ہے اس کے برعکس تین طرف کا مدّ ایک جیسا اور چاند کے رخ کا مدّ ان تینوں سے زیادہ ہونا چاہیے۔

قارئین کرام! اب امام احمد رضا کے نظریے کو ملاحظہ کریں اور حقیقت سے آگاہی حاصل کریں کہ قدرت کیا کر رہی ہے اور انسان یا سائنسی مفروضہ کیا سبق دے رہا ہے۔ امام احمد رضا کے نظریۂ مدّ سے قبل جن سائنسی اصولوں کے تحت بحث کی گئی ہے، امام احمد رضا نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے جو دلائل دیے ہیں وہ بھی ملاحظہ کریں۔

سائنسی قانون میں بتایا گیا کہ زمین کے پانی کو چاند کھینچتا ہے اور دوسری طرف کا پانی Centrifugal force کے باعث باہر کی طرف بھاگتا ہے یا اٹھتا ہے اور اس لحاظ سے دونوں طرف مدّ برابر ہوتا ہے۔

امام احمد رضا لکھتے ہیں: چاند زمین کے ایک طرف ہوگا۔ دوسری طرف پانی کس نے کھینچا؟ یہ تو جذب [attraction] نہ ہوا بلکہ دفع [repulsion] ہوا۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

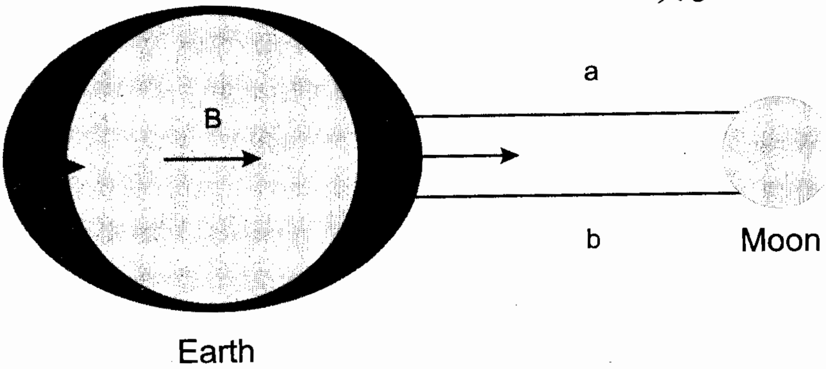
اصول الھیات [principles of physics] وغیرہ میں اس کا جواب یہ دیا گیا کہ بعید پر جذب کم ہوتا ہے (یعنی دوسری طرف کا پانی چاند سے کیونکہ دور ہے اس لیے اس پر چاند کے جذب attraction یا چاند کی gravitational pull کا اثر کم ہوتا ہے لہٰذا وہاں زمین کی Centrifugal force کے باعث Bulge پیدا ہوجاتا ہے)

امام احمد رضا اصول ہیئت کو مزید وضاحت کرکے تعاقب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

سمت مواجہ قمر (چاند کی طرف منھ کیے ہوئے پانی) میں پانی قمر سے قریب اور زمین

(چاند کی زمین یا سطح) سے بعید لہٰذا پانی پر زمین سے زیادہ جذب ہوا اور بہ نسبت زمین کے چاند سے قریب تر ہو گیا (فاصلہ a) یوں ارتفاع (Bulge) ہوا (ابھار ہوا یا مدّ Lunar tide پیدا ہوئی) جیسا کہ شکل نمبر ۷ میں دکھایا گیا ہے۔

شکل نمبر ۷ :

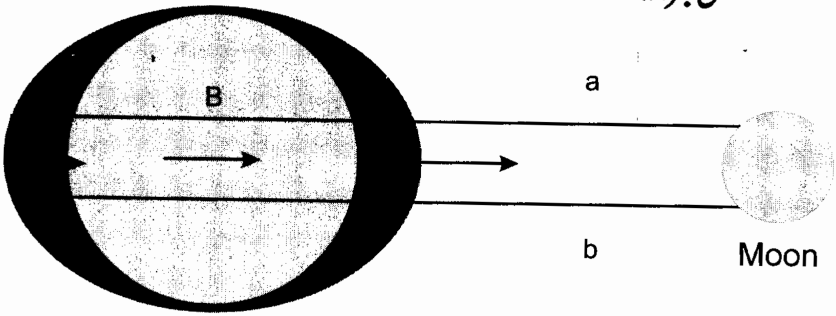


اس تصویر میں فاصلہ (a) چاند کی زمین سے لے کر پانی کی اوپری سطح کا فاصلہ ہے جب کہ فاصلہ (b) چاند کی زمین سے لے کر سمندر کے نیچے زمین کی تہہ تک کا فاصلہ ہے جو زیادہ سے زیادہ ۵۔۶ میل اضافی ہے۔

(دوسری طرف) اُدھر کا پانی قمر سے بعید اور زمین قریب ہے [تصویر نمبر ۸ میں فاصلہ (a) چاند اور پانی کی سطح کے درمیان کا فاصلہ ہے جب کہ فاصلہ (b) چاند اور پانی کے نیچے کی زمین کا فاصلہ ہے جو پہلے والے فاصلہ (a) سے ۵۔۶ میل کم ہے] لہٰذا زمین پر پانی سے زیادہ جذب ہوا [یعنی تصویر نمبر ۸ میں چاند زمین کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے بہ نسبت کہ وہ پانی کو جذب کرے اور پانی کو صرف اس لیے نہیں کھینچ رہا کہ وہ صرف ۵۔۶ میل دور ہے اور ۵۔۶ میل کا فاصلہ ہونے کے باعث یہاں قانون الٹا ہو گیا کہ اس نے پانی کو جذب کرنے کے بجائے زمین کو جذب کرنا شروع کر دیا۔]

اور ادھر کا حصہ زمین چاند سے بہ نسبت آب [پانی] قریب تر ہو گیا [فاصلہ (a) شکل ۸]

شکل نمبر۸:



تو وہ پانی مرکزِ زمین سے دور ہو گیا[شکل نمبر۸ میں زمین کے بائیں جانب کا پانی مرکز سے دور بتایا جا رہا ہے کہ جب کہ شکل نمبر۷ میں دائیں جانب کا پانی بھی اسی حالت میں جس حالت میں پانی کی شکل ۸ میں ہے]اور مرکز زمین سے دوری بلندی[Bulge] ہے۔ادھر یوں ارتفع ہوا[شکل ۸ میں دائیں طرف کا پانی جو بلند ہوا،اس کی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ یہ پانی مرکز سے دور ہے اور زمین کو چاند جذب کر رہا ہے اس لیے دائیں طرف کا پانی بلند ہو کر ارتفع (مدّ) پیدا کر رہا ہے]

امام احمد رضا اصول ہیت کو مزید تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کے بعد ان اصولوں کا ردّ کرتے ہوئے چند سوالات اٹھا رہے ہیں:

جس طرح قُرب وبُعد سے اثر جذب میں اختلاف ہوتا ہے[یعنی جو چیز قریب ہے اس کو آسانی سے اور جلدی کھینچا جا سکتا ہے اور جوں جوں دور ہوتی جائے گی اثر جذب(Force of attraction)کم سے کم ہوتا جائے گا تو جس طرح فاصلے کی کمی بیشی سے اثر جذب میں اختلاف پیدا ہوتا ہے]یوں ہی مجذوب[جو شے کھینچ رہی ہے]کے ثقل وخفت[ہلکے، بھاری ہونے کی وجہ]سے بھاری چیز کم کھینچے گی(بھاری چیز کو کھینچنے کے لیے بہت زیادہ قوت درکار ہوتی اس لیے وہ کم قوت سے کم کھینچے گی)اور ہلکی زیادہ(یعنی ہلکی چیز کو کھینچنا آسان ہے اور وہ زیادہ جلدی کھینچی جا سکتی ہے)۔

امام احمد رضا یہاں ایک سوال اٹھاتے ہیں کہ:

سمت مقابل کا پانی (جیسا کہ شکل نمبر ۸ میں زمین کے دائیں طرف کا پانی) بہ نسبت زمین کیا ایسا بعید ہے (یعنی کیا بہت دور ہو گیا جس کے باعث چاند اپنا اثر پانی پر نہیں ڈال سکا یا چاند کا اثر جذب کمزور ہو گیا کہ وہ پانی کو جذب نہیں کر رہا، جب کہ چاند اتنی بڑی زمین کو جذب کر رہا ہے جس کی وجہ سے پانی باہر کی طرف اٹھتا ہے) کہ سمندر کی گہرائی (جو) زیادہ سے زیادہ ۵ میل بتائی گئی اور قمر کے بُعد (زمین سے دوری) اوسطاً (average) میل 238,833 ہے اور زمین کا قطر معدل میل 7913 تو اس جانب (شکل نمبر ۸ کے دائیں جانب کے پانی کے نیچے کی زمین) کے اجزائے ارضیہ کا قمر سے بعد 246,746 (7313+238,833=246,746) میل ہوا۔ اس کثیر بُعد (اتنے بڑے فاصلے) پر ۶۔۵ میل کا اضافہ ایسا کیا فرق دے گا۔ (یعنی 246,746 کے بجائے 246,752 میل ہونے سے اتنا بڑا فرق پیدا ہو گیا کہ چاند پانی کو کھینچنے کی صلاحیت کھو بیٹھا اور پانی جو کہ ہلکا ہے اس کے بجائے اتنی بھاری زمین کو کھینچنے لگا)۔

امام احمد رضا مزید ایک سوال اٹھاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

پانی بہ نسبت زمین بہت ہلکا ہے۔ زمین کی کثافت پانی سے ۶ گنا قریب ہے [یعنی ۶۷ء۵ کے قریب] تو اگر تفاوت کے بُعد اس کے جذب میں کمی کرے [یعنی قمر جو شکل (۸) میں پانی سے دور دکھا گیا ہے، صرف ۵۔۶ میل کی دوری سے جذب میں یا اس کو اپنی طرف کھینچنے میں کمزور پڑ رہا ہے] تو تفاوت ثقل [Difference of gravity pull] اس کی [جو شکل نمبر ۸ میں پانی قمر کی طرف نہیں کھینچ رہا ہے محض چند میل کی دوری کی وجہ سے تو زمین پانی کے بالکل متصل ہے۔ یہ زمین کی کشش اس پانی کو کیونکر نہیں جذب کر رہی کہ وہ زمین کی کسی کشش ثقل چاند کی ثقل سے کہیں زیادہ ہے اور کثافت زمین بھی پانی سے زیادہ ہے] پر غالب آئے گا یا نہ سہی [اگر ثقل زمین زیادہ نہ بھی ہے تو اتنا تو ہوگا کہ وہ چاند کے مقابلے میں پانی کو زیادہ جذب کرے] پوری تو کر دے گا اور زمین و آب پر جذب یکساں رہ کر پانی زمین سے ملا ہی رہے گا (یعنی اگر زمین کی قوتِ جذب پانی پر غالب نہ بھی آئے تو قمر کے جذب کی کمی کو وہ پورا کر دے اور یوں پانی زمین سے متصل رہے کسی قسم کی کوئی مدّ tide پیدا نہ ہو) تو مدّ نہ ہوگا بخلاف مواجہ قمر (facingmoon toward Earth)

کہ اُدھر کا پانی قرب و لطافت دونوں کا تابع ہے۔(جیسا کہ شکل نمبر ۷ میں بتایا گیا ہے کہ چاند کے دائیں طرف زمین ہے اور زمین کے بائیں طرف کا پانی چاند کی طرف رخ کیے ہوئے ہے، یہ پانی اپنی لطافت یعنی کم کثافت کی بنا اور چاند سے اس پانی کا زمین کی سطح کے مقابلے میں فاصلہ بھی کم ہے) تو اسی طرف مدّ ہونا چاہیے (دوسری طرف مدّ کیونکر ہوتا ہے)۔

امام احمد رضا اپنے دلائل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ سائنسی اصول کے تحت جو بتایا جاتا ہے کہ ایک ہی وقت میں زمین کے دونوں جانب سمندروں کے اندر ابھار پیدا ہوتا ہے اور دونوں طرف برابر کی مدّ پیدا ہوتی ہیں جب کہ صورتحال یکساں نہیں ہوتی یا رہتی کیونکہ کبھی چاند اور سورج دونوں ایک لائن میں زمین کے بائیں یا دائیں جانب ہوتے ہیں کبھی چاند اور سورج زمین کے دائیں بائیں ہوتے ہیں۔ کبھی چاند اور سورج زمین سے ۴۵ درجہ بناتے ہیں دوسری طرف زمین گھوم رہی ہے۔ اس کے باعث Centrifugal force پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے پانی باہر کی طرف اٹھتا ہے۔ پھر چاند اور سورج کی قوتِ کشش بھی زمین پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان سب مختلف صورتحال میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ہی وقت میں دونوں جانب برابر کی High tide پیدا ہوں یا Low tide بنیں۔ پھر عجیب تر صورتحال یہاں تک بتائی جاتی ہے کہ زمین کے ایک طرف چاند کی کششِ ثقل کام کرتی ہے اور دوسری طرف خود زمین کی Centrifugal force کا اثر اتنا زیادہ اور برابر کا ہوتا ہے کہ دونوں جانب برابر کی (Same heigh tide) مدّ پیدا ہوتی ہیں۔

امام احمد رضا نے کششِ ماہ سے مدّ ہونے کے عمل کو گرفت کرتے ہوئے سوال کیا کہ:

اگر کشش ماہ [gravity pull of moon] سے مدّ [lunartide] ہوتا ہے تو چھوٹے پانیوں [other than three [great oceans] میں (مدّ) کیوں نہیں ہوتا۔ چاند جس پانی کے سامنے آئے گا اسے کھینچے گا [اس اصول کے تحت کہ چاند پانی کو اپنی طرف کھینچتا ہے جس کے باعث مدّ ہوتا ہے تو چاند کو ہر پانی اپنی طرف کھینچنا چاہیے چاہے وہ کیسپین سمندر (Caspian Sea) ہو یا بالٹک سمندر (Baltic Sea)، وہ میڈیٹرین سمندر

(Mediterian Sea) ہو یا بحر احمر (Red Sea)] اس کے جواب میں [کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ چاند صرف ۳ سمندروں (pacific, Atlantic & indianaocean) کے پانی کو کھینچتا ہے] اصول ھیئات نے تو ہتھیار ڈال دیے اور کہا یہ کسی مقامی سبب سے ہے۔

امام احمد رضا اس گرفت کے بعد اس اصول کا رد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

یہی کہنا تھا [کہ چاند مقامی سبب سے کسی کسی پانی کو جذب کرتا ہے] تو وہاں کہنا چاہیے تھا کہ مدّ و جزر کا کوئی مقامی سبب ہے [نہ کہ جو کچھ سائنس نے اوپر بیان کیا] جس کے باعث یہ قاہر ایراد (blundermistakes) نہ ہوتے۔

امام احمد رضا سائنس کے ایک اور اصول کی گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورج کی قوتِ کشش چاند کی قوت کشش سے کہیں زیادہ ہے تو چاند کیونکر پانی کو جذب کرتا ہے سورج کیوں نہیں کرتا؟ اس کا جواب سائنس نے یہ دیا کہ پانی چاند سے قریب ہے اور سورج سے دور اس لیے چاند سے مدّ زیادہ ہوتا ہے اور سورج سے کم، امام احمد رضا خان اس قانون کی گرفت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"کہا آفتاب پانی کو جذب نہیں کرتا حالانکہ وہ (سورج) حرارت اور یہ (پانی) رطوبت (Liquid ہے) اور حرارت (Heat Energy) جاذب رطوبت ہے [یعنی حرارت رطوبت کو جذب کرنے کی بھرپور قورت رکھتی ہے] شمس اگر بہ نسبت قمر (زمین کے پانی کے اعتبار سے) بعید تر (بہت دور سہی) ہے تو دونوں کے مادے (masses) کی نسبت تو دیکھ بُعد شمس (سورج کی دوری) بُعد قمر کا 373.33 ہی مثل ہے (یعنی چاند کے مقابلے میں سورج زمین سے 373.33 گنا دور ہے) اور مادہ شمسی (mass of sun) تو مادہ قمر کا تقریباً ڈھائی کروڑ گنا یا اس سے بھی زیادہ ہے تو اس حساب سے جذب شمس (Gravitational pull of sun) زائد ہونا تھا اور رات دن میں چار مدّ (4,high tides) ہوتے ہیں دو قمر سے اور دو شمس سے (سائنسی اصول کے مطابق) حالانکہ دو ہی ہوتے ہیں تو معلوم ہوا (ثابت ہوتا ہے کہ جب) جذب شمس نہیں (شمس میں جذب کرنے کی قوت نہیں) تو جذب قمر بالا ولی نہیں (تو پھر جذب قمر

ہونا ہی نہیں چاہیے یا اس کا جذب بہت کم اور کم زور ہو)۔

سائنسی اصول کے اعتبار سے سورج چاند کے مقابلے میں بہت دور ہے اس لیے وہ چاند کے مقابلے میں کمزور جذب رکھتا ہے اور چاند زیادہ طاقتور مدّ پیدا کرتا ہے۔

امام احمد رضا کا بہت واضح جواب یہ ہے کہ دوری اپنی جگہ درست بات ہے مگر مادوں کا فرق تو دیکھو کہ چاند سے ڈھائی کروڑ گنا زیادہ حجم تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ سورج اپنے سے زیادہ حجم کے باعث کم حجم والے کو اپنی طرف جذب کرے۔

امام احمد رضا نے اس کے علاوہ کئی اور پہلو پر گفتگو فرمائی ہے اور سائنس کے ایک ایک اصول کا رد کرتے ہوئے ان کو آگاہ کیا کہ اپنے اصولوں کو بغور دیکھو یہاں تمام پہلوؤں پر گفتگو نہیں کی جاسکتی البتہ ایسے چند نکات پیش کیے ہیں کہ قارئین کرام بھی ان باتوں کو سمجھ سکیں اگر موقعہ ملا تو ایک مقالہ تفصیل سے لکھنے کی کوشش کروں گا آخر میں امام احمد رضا کا نظریہ مدّ و جزر ملاحظہ کیجیے جو عین قرآن و حدیث کے مطابق بھی ہے اور ان سائنسی اصولوں کے تحت جن پر سائنس دانوں نے ابھی توجہ نہیں کی ہے بالکل درست نظر آتا ہے۔ آپ رقم طراز ہیں:

موجِ مدّ (Tidal wave)[جس کو سائنس میں Lunar tide بھی کہا جاتا ہے] کو تفاوت جذب جانبین ارضی موقوف ماننا [یعنی جس طرح سورج چاند کے مقابلے میں زمین سے دور ہے اور اسی دور کو بنیاد بنایا جاتا ہے کہ قمر قریب ہے اس لیے جذب کرتا ہے اور سورج دور ہے اس لیے کمزور جذب کرتا ہے] کیسا جہل شدید ہے۔ (کیونکہ مدّ کو ایک اصول سے نہیں بتایا جاتا ایک طرف کی مدّ زمین کی قوت کشش کے باعث اور دوسری طرف مدّ چاند کی کشش کے باعث جب کہ سورج اس منظر کو کھڑے ہوئے صرف دیکھ رہا ہے اور کوئی اثر نہیں ڈال رہا)۔

امام احمد رضا ان تمام معاملات میں سب سے پہلے خداوند کریم کی قدرت کا اظہار فرماتے ہیں پھر اپنا نظریہ بھی پیش کرتے ہیں۔ آپ رقم طراز ہیں:

ہمارے نزدیک ہر حادث کی علت [کہ کوئی عمل کس طرح ہوا] محض ازادۃ اللہ جل وعلا ہے مسبّبات (Events that happens) کو جو اسباب (Causes) سے

مربوط [تعلق] فرمایا ہے سب کا جان لینا ہمیں کیا ضرور بلکہ عطعاً نامقدور کون بتا سکتا ہے کہ سوزن مقناطیس (Magnetic needle) کا جدی الفرقد [جدی ستارہ کی طرف کیوں اپنا رخ کیے رہتی ہے] سے کیا ارتباط ہے [یعنی میگنٹ کی سوئی کیونکر ایک خاص سمت کی نشان دہی کرتی ہے اوراس کو کنٹرول کرتی ہے] ابھی گزرا [اوپر بیان ہوا] کہ اصول ھئیات میں بحیرات وانھر [کسی سمندروں اور مختلف پانیوں میں] مد (tide) نہ ہونا [مد کا وہاں ظہور نہ ہونا] سبب مجھول کسی طرف نسبت کیا [کہ مقامی سبب کی بنا پر چاند کچھ پانیوں کو جذب کرتا ہے کچھ کو نہیں اور کچھ کو کیوں کرتا ہے اور کچھ کو کیوں نہیں کس کو معلوم کہ یوں کیا ہوتا ہے]۔

ہمارے یہاں [دین اسلام کی تعلیمات میں] تو ثابت ہی تھا (پہلے سے ثابت تھا یعنی ۱۴۰۰ سال قبل سے) کہ سمندر کے نیچے آگ ہے [جیسا کہ] قرآن عظیم نے فرمایا:

وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ (سورۃ الطّور، آیت ٦)

ترجمہ: اور (قسم ہے) سلگائے ہوئے سمندروں کی۔

اور حدیث میں ہے: ان تحت البجر ناراً

بے شک سمندر کے نیچے آگ ہے۔ (المستدرک حاکم)

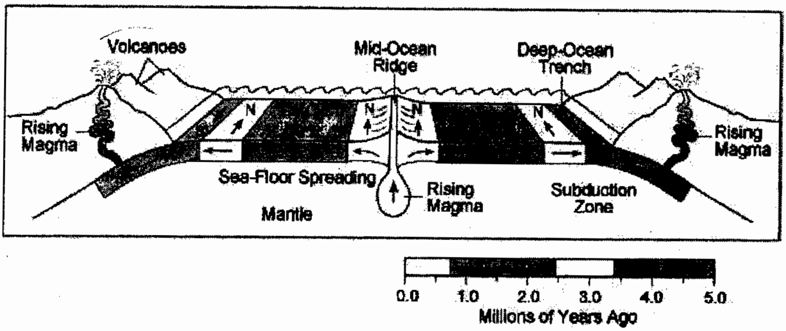
ہیئت جدیدہ بھی اسے مانتی ہے۔

The oceanic trenches are hemispheric-scale long but narrow topographic depressions of the sea floor. They are also the deepest parts of the ocean floor.

Trenches define one of the most important natural boundaries on the Earth's solid surface, that between two lithospheric plates. There ard three types of lithospheric plate boundaries: divergent (where lithosphere and oceanic crust is creatd at mid-ocean ridges), convergent(where one lithospheric plate sinks beneath another and returns to the mantle)< and transform (where two lithospheric plates slide past each

other). Trenches are the spectacular and distinctive morphological features of convergent plate boundaries. Plates move together along convergent plate boundaries at convergence rates that vary from a few millimeters to ten or more centimeters per year. A trench marks the position at which the flexed, subducting slab begins to descend beneath another lithospheric slab. Trenches ard generally parallel to a volcanic island are,and trenches about 200 km from a volcanic arc. Oceanic trenches typically extend 3 to 4 km(1.9 to2.5 mi) below the level of the surrounding oceanic floor. The deepest ocean depth to be sounded is in the Challenger Deep of the Marana Trench at a depth of10,911 m (35,798 ft)below sea level. Oceanic lithosphere disappears into trenches at a global rate of about a tenth of a square meter per second.

شکل نمبر ۹ :



امام احمد رضا بحرالکاہل میں ۱۰۵۶ء کے سال ایک سمندری آتش فشاں کے پھٹنے کا حوالہ دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"۱۰۵۶ء میں بحرالکاہل (Pacific Ocean) سے دھواں (smoke,ash) نکلنا شروع ہوا اور مادۂ آتش (Volcanic molten Material) کہ قعر دریا (Oceanic trenc) سے نکلا تھا مجتمع و منجمد (Solidify) ہوکر سطح آب پر بشکل جزیرہ (Island) ہوگیا۔ اس میں (Solid Lava) میں سوراخ (porce) تھے جن سے ایسے شعلے نکلتے تھے کہ دس میل تک روشن کرتے۔ طوفان آب کے اسباب سے ایک سبب دریا (سمندر) کہ اندر بخار و دخان کا پیدا ہونا ہے [یعنی سطح آب پر جو دھواں اٹھ رہا تھا اور پھر بخارات اور دھواں زمین کے اوپر ظاہر ہوا تو اس کا اصل سبب سمندر کے نیچے سے لاوا اٹھنے کا عمل تھا۔]

امام احمد رضا اس عمل کو کہ لاوا Ocean trenches سے باہر آتا ہے اس کی حدّت پانی کو پہنچتی ہے اور وہ پانی کو اوپر اٹھاتا ہے یہاں تک کہ بلند کر دیتا ہے جو کہ مد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ عمل مسلسل سمندروں کے اندر جاری ہے اور صرف ۳ بڑے سمندروں میں یہ Oceanic trenches قطب شمالی سے لے کر قلب جنوب تک تسلسل کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔

[There is contineous chain of oceanic trenches in all there ocean almost in the center of oceans at depth of 5-7 miles.]

ان (trenches) سے مسلسل لاوا اوپر آرہا ہے اور یہ Molten material آگ کی صورت میں ان قعر دریا (trenches) سے باہر آتا رہتا ہے اور اس کی حدت مسلسل بیچ و بیچ سمندروں میں اوپر تک پہنچتی ہے جس کے باعث یہ ابھار یا پانی کا اٹھاؤ (مد) بنانے کا سبب بنتا ہے اس لیے بحرالکاہل کے اندر اور پھر اس کے مخالف بحراوقیانوس میں مسلسل عمل جاری رہتا ہے اور دو دفعہ یہ مد دیکھا جاسکتا ہے اس کا تعلق چاند کی کشش سے نہیں اس حدت کے باعث ہے جو پانی کو مسلسل نیچے آگ سے مل رہی ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا نظریہ قلمبند کرتے ہیں:

ایسے میں بخارات اندر سے آتے اور پانی کو اٹھاتے ہوں یہ مد ہوا (High Tide) جیسے جوش کرنے میں پانی اونچا ہوتا ہے [یعنی جب پانی کو کسی برتن میں جوش دیا جاتا ہے تو حرارت کی وجہ سے وہ حرارت پانی کو اوپر اٹھاتی ہے اور پانی میں ابال (مد) پیدا ہوتا ہے] ان کے منتشر ہونے پر [یعنی جب حدت میں کمی آتی ہے] پانی بیٹھتا ہو یہ جزر ہوا (low tide)۔

امام احمد رضا خان مزید سردی اور سرگرمیوں میں مدّ و جزر کی کمی بیشی پر بھی اظہار خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

جاڑوں میں صبح کا مد زیادہ ہونا بھی اس کا موئد ہے [کہ] سرما [سردیوں کے موسم میں] صبح کو تالابوں سے بکثرت بخارات [Vapours] سطح ارضی پر استیلائے برد [Cold Surface] کے سبب حرارت [heat] باطن کی طرف [Under neath] متوجہ ہوتی [واپس نیچے جاتی] ہے اور رات بڑی، اس طویل عمل حرارت سے ادھر بخارات زیادہ اٹھے اُدھر پانی میں زیادہ بلند ہونے کی استعداد آ گئی۔

(یعنی سردیوں میں کیونکہ اوپر کی فضا ٹھنڈی ہوتی ہے لہٰذا یہ ٹھنڈ کی تہ زمین کی حرارت کو اوپر نہیں جانے دیتے اور یہ حرارت واپس نیچے کی جانب دوڑتی ہے اور جب وہ نیچے کی جانب جاتی ہے تو حرارت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اس لیے سردیوں میں مد زیادہ بلند ہوتی ہے اور کنویں کا پانی بھی اسی وجہ سے گرم ہوتا ہے کہ اوپر ٹھنڈ کی تہ نے نیچے کی حرارت کو اوپر نہیں جانے دیا اور نیچے کی حرارت طویل دور کے اس عمل کے باعث پانی کو گرم کرنے میں کامیاب ہوئی۔)

احقر نے امام احمد رضا کے نظریۂ مدّ و جزر کو سمجھانے کی ایک حقیری سی کوشش کی ہے۔ قوسین میں جو بھی عبارت ہے وہ احقر کے الفاظ ہیں۔ امام احمد رضا کی تحریر کو واضح کرنے کے لیے ایک الگ خطِ تحریر استعمال کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

معمولات

خانقاہ قادریہ رضویہ مجیدیہ

☆ **ہفتہ وار پروگرام: ہر جمعرات کو بعد نماز عشاء محفل درود وذکر اذکار۔**

با جماعت نماز عشاء کے بعد کم از کم آدھا گھنٹہ تمام شرکاء محفل درود رضویہ کا ورد کرتے ہیں اس کے بعد مختصراً چند اذکار کئے جاتے ہیں جن میں حسبی ربی کا ورد قصیدہ بردہ شریف، قصیدہ غوثیہ، منقبت غوثیہ، و منقبت اعلیٰ حضرت ہمنوائی کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ آخر میں آدھا گھنٹہ کا درس تصوف دیا جاتا ہے اور محفل کا اختتام سلام ودعا کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

☆ **ماہانہ پروگرام: ہر چاند کے دوسرے اتوار کو بعد نماز مغرب تا رات 11 بجے۔**

مغرب تا عشاء حلقہ ذکر اللہ کا اہتمام ہوتا ہے جس میں پچیس اذکار ہمنوائی کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں بعد نماز عشاء مختصراً نعتیں پیش کی جاتی ہیں اور پھر پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کا ڈیڑھ تا دو گھنٹے مختلف عنوانات پر درس کا اہتمام ہوتا ہے۔ آخر میں سلام، شجرہ خوانی اور فاتحہ خوانی کے بعد دعا کی جاتی ہے اور اہل حلقہ کو بزرگوں کی روایت کے مطابق تبرک پیش کیا جاتا ہے۔

☆ سالانہ بڑی راتوں کے پروگرام: **شب معراج، شب برأت، شب قدر اور شب مولود النبی ﷺ میں شب بیداری۔**

بعد نماز عشاء تا فجر ساری رات پروگرام بغیر کسی رکاوٹ اور تھکاوٹ کے جاری رہتا ہے۔ ان راتوں میں ملک اور شہر کے ممتاز علماء و مشائخ اور نعت خوانوں کو اور قرأ حضرات کو خصوصی طور پر مدعو کیا جاتا ہے جو اپنے وعظ و نصیحتوں سے اہل حلقہ کو نوازتے ہیں۔ آخر میں سحری کا انتظام ہوتا ہے اور سلام ودعا کے ساتھ محفل کا اختتام ہو جاتا ہے۔

☆ ایک خصوصی محفل پہلی محرم کو ہی سجائی جاتی ہے اور ذکر اذکار کے ساتھ ساتھ نئے اسلامی سال کی ابتداء کی جاتی ہے تا کہ سال بھر اہل حلقہ اس کی برکات حاصل کرتے ہیں۔

نوٹ: عورتوں کے لئے پردۂ خاص کے ساتھ اہتمام ہوتا ہے۔

﴿اپیل﴾

عزیز مسلمانو! خدارا خدارا، اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مالِ حلال کو اپنے **"مکمل شعور"** کا اظہار کرتے ہوئے اور ہر قسم کی **"نمود و نمائش"** سے بچتے ہوئے فقط **"اللہ تعالیٰ کی رضا"** کو حاصل کرنے کے لیے **"ثواب جاریہ"** کے کاموں میں خرچ کرنے کا معمول بنائیں تاکہ اسلام اور مسلمانوں کا زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں **"نفس اور شیطان"** کی مخالفت کرتے ہوئے ثوابِ جاریہ کے کاموں کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿دعوتِ فکر﴾

ہم اپنی ذاتی تقریبات (عقیقہ، شادی، سوئم، چہلم وغیرہ) میں دینی کتب بطورِ تحفہ وصدقۂ جاریہ عزیز و اقارب میں تقسیم کیوں نہیں کرتے؟

اپنے مرحومین کو پورا سال ڈھیروں ثواب پہنچائیں!

محترم قارئین! آج اس پُرفتن دور میں جہاں ہم دنیاوی رشتوں سے تعلق توڑ بیٹھے ہیں وہاں ہم اپنے محسن مرحومین کو بھی بُھلا بیٹھے ہیں۔ حقیقتاً ہم اپنے مرحوم والدین، سرپرست اور دکھ درد میں شریک ہونے والے عزیز و اقارب کے احسانات کا بدلہ تو نہیں چکا سکتے لیکن ان کا ایصالِ ثواب ضرور کر سکتے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

جب ابن آدم مرتا ہے تو سوائے تین چیزوں کے اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے:

۱۔ صدقہ جاریہ ۲۔ ایسا عمل جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو

۳۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے۔ (مسلم)

اس ماہِ مبارک میں جہاں آپ دیگر کارِ خیر میں حصہ لیتے ہیں وہاں اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے دینی کتب کی تقسیم کا بھی اہتمام کریں۔

مکتبہ علیمیہ کراچی فلاحِ انسانیت اور فروغِ ادب کے نیک جذبے کے تحت کتابچے شائع کر رہا ہے۔

مزید تفصیلات کے لیے 0333-2153112 (پروفیسر محمد آصف خان علیمی) پر رابطہ کریں۔

آئینۂ کتب

مکتبۂ علیمیہ کراچی



بیادگار

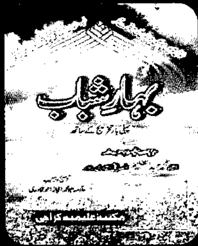
مبلغ اعظم، سفیر اسلام، سیاح عالم

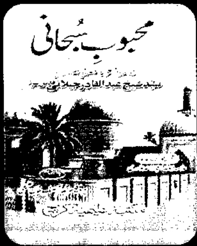
حضرت علامہ مولانا شاہ

محمد عبد العلیم

صدیقی قادری مدنی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

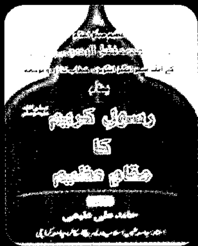




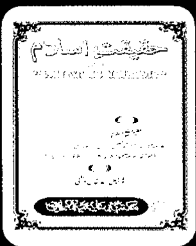






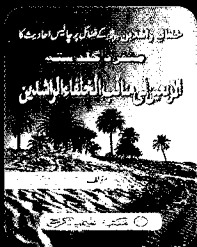






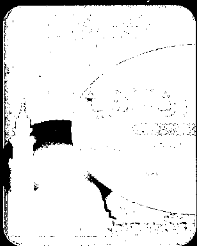
















مکان نمبر ۷/۱۱/۴۵، محمدی کالونی، سی ون ایریا،
لیاقت آباد، کراچی موبائل: 0333-2153112

E-mail
maktaba_aleemiyah@yahoo.com
maktaba_aleemiyah@hotmail.com